

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۶۵۰

حاضیہ محمد علی شاہ

264

ماہواری جریہ

شش ماہ

مئی ۱۹۳۳ء

دیر

ظہور احمد بگٹی

بیادگار

اعلیٰ حضرت جامع الشریعت والطریقیت فخر العلماء قدوة الکاظمین زبدۃ
العارفین امام العاشقین مولانا الحاج محمد ذاکر نقوی نور اللہ مرقدہ
من جانب

اسکین حزب الانصار مجبیرہ (پنجاب)

اغراض مقاصد ۱، اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کا تحفظ۔

تبلیغ و اشاعت اسلام ۲، اصلاح رسوم رس، احیاء و اشاعت علم دینیہ۔

قواعد و ضوابط

۱، رسالہ کی عام قیمت دو روپیہ سالانہ مقرر ہے۔ بذریعہ وی۔ پی ۵۰ زیادہ خرچ ہوتے

ہیں۔ جو صاحب یا پھر پیسہ یا اس سے زیادہ رقم بخرض اعانت ارسال فرمائیں

وہ معاون خاص تصور ہونگے۔ ایسے حضرات اسمائے گرامی شکر کیساتفہ درج رسالہ کریں گے۔

۲، غریب مفلس اشخاص اور طلبہ کیلئے رعایتی قیمت سالانہ عید مقرر ہے۔

۳، ارکان حزب الانصار کے نام رسالہ بلا معاوضہ بھیجا جاتا ہے۔ چندہ رکنیت

کم از کم چار آنہ ماہوار یا تین روپیہ سالانہ مقرر ہے۔

۴، نمونہ کا پرچہ ہر کے مکث ارسال کرنے پر بھیجا جاتا ہے۔ مفت نہیں بھیجا جاتا۔

۵، سالانہ ہر گزری ماہ کے پہلے عشرہ میں ٹاک میں ڈالا جاتا ہے۔ محکمہ ڈاک کی بے غورگی

اور دیہات کے چٹھی رسالوں کی غفلت سے اکثر رسائل راستہ میں تلف ہو جاتے

ہیں۔ اس لئے جس صاحب کو رسالہ نہ ملے۔ وہ مہینہ کے اخیر میں اطلاع دیدیا

کریں۔ ورنہ دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔ جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام

نیچر رسالہ الاسلام مجبیرہ پنجاب ہونی چاہئے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شمس الاسلام

ماہانہ جریدہ سناطرہ کمر

پیرہ پنجاب

جلد ۱ باب ۱ تا ۱۰۳۳ مطابق محرم ۱۳۵۵ غبرہ

نمبر شمار	فہرست مضامین	نمبر شمار
۱	شیعوں کے ارادے	۲
۲	گزارشات	۳
۳	بدعات محرم	۴
۴	حالات مشایخ اوج	۵
۵	میرزاے قادیان کا قصیدہ اعجازیہ	۶
۶	برقی آسمانی برغز مسن قادیاں	۷
۷	مولانا مولوی سید محمد علی شاہ عثمان پوری	۸
۸	ایک غفور مسلمان کے قلم سے	۹
۹	بسلۃ اشاعت گذشتہ از	۱۰

شیعوں کے ارادے شیعوں کی سیاسی عیاریوں کا راز کھل گیا

کچھ عرصہ سے شیعوں نے تصفیہ حقوق کے سلسلہ میں غلط انتخاب کے طریقہ کا مطالبہ شروع کر رکھا تھا۔ اور سنٹ مسلمان انہیں اپنے نقطہ نظر سے سزا دہا کرتے تھے۔ مگر آج سنٹ اخبار ”مدینہ“ بخیر شیعوں کے اندرونی غوام کے انکشاف پر حیرت و استعجاب کا اظہار کر رہا ہے۔ شیعوں کی آل انڈیا کانفرنس منعقدہ دہلی کے خطبہ صدارت میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے اس سے علماء اسلام کے خیالات کی پوری تائید ہوتی ہے۔ علماء اسلام آج سے نہیں بلکہ صد ہا سال سے اس فرقہ کو جسم اسلام کے لئے سم قاتل اور مسلمانوں کے لئے خطرناک قرار دے چکے ہیں اور انہیں ان کے سلسلہ عقائد کی بنا پر دائرہ اسلام سے خارج ثابت کر چکے ہیں۔ دہلی کے پھرے اجلاس میں شیعوں کا یہ کہنا ”کہ ہمیں ہندوؤں اور مسلمانوں کی طرح علیحدہ حقوق ملنے چاہئیں“ اعتراف جرم کے جترادہ ہے۔ ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعوں کا تعلق اسلام سے ہرگز نہیں ہے اور وہ مسلمانوں سے علیحدہ ایک نیا مذہب رکھتے ہیں۔ اور شیعوں کا صدر الفاظ واضحہ اعلان کر رہا ہے کہ ہم مسلمان نہیں ہیں۔ یہ مسلمان بیخبر مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہے۔ اخبار ”مدینہ“ کے مدیر صاحب کو اس پر حیرت و استعجاب ہے۔ مگر وہ شاید تاریخ اسلام میں شیعوں کی سیاسی تباہ کاریوں سے ناواقف ہو گئے۔ ”مدینہ“ کا شیعوں سے اتحاد و رواداری کی توقع رکھنا اور ان سے مسلمانوں میں شامل رہنے کی درخواست کرنا سچی لاشعری حاصل ثابت ہو گا۔

”خبر ”مدینہ“ میں شائع شدہ اقتباس درج ذیل ہے۔

”دہلی میں ۱۴ اپریل کو شیعہ کانفرنس کا اجلاس ہوا ہے اس وقت اس کے صدر استقبالیہ جناب محمد حسین صاحب کا مختصر خطبہ ہمارے سامنے ہو۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ اصل خطبہ میں کن امور پر بحث کی گئی ہے اور کس رنگ میں۔ تاہم

برقی میٹروں پر جو خلاصہ موصول ہوا ہے اس میں صدر نے شیعہ جماعت کے جدہ کا دعویٰ پیش کرتے ہوئے ظاہر کیا ہے کہ حکومت یہ سمجھتی ہے کہ ہندوستان بھر میں شیعہ ایک ایسی جماعت جو جو کچھ گناہ نیابت کی ضرورت نہیں نہ ان کے حقوق کے حفاظت کی ضرورت ہے لیکن اب اس نے عزم کر لیا ہے کہ بحیثیت ایک اقلیت کے وہ اپنے حقوق حاصل کر کے رہیں گی۔ اور جن اصولوں پر ہندو مسلمانوں کو علیحدہ علیحدہ حقوق دے گئے ہیں انہی اصولوں پر شیعوں کے حقوق بھی علیحدہ ہونا ضروری ہیں

ہم نہیں کہہ سکتے کہ شیعہ کا نفرنس کے ممتاز کارکن اور عام افراد کس حد تک اس بیان اور اس نظریہ سے اتفاق کا اظہار کرینگے تاہم یہ ایک ممتاز شخص کی رائے ہے اس لئے ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ اس کو شیعہ بھائیوں کی اچھی خاصی اکثریت کی تائید حاصل ہے۔ ہمیں اب تک یہی علم تھا کہ شیعہ جماعت بحیثیت جماعت ان ہوشیار اور زیرک دوانا مسلمانوں کے ساتھ ہے جو تفریق سے زیادہ وحدت کے موید ہیں۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ شیعوں کا جدا گانہ مفاد بھی اسی میں تھا لیکن آج بننے حیرت کے ساتھ یہ سنا ہے کہ وہ انہی اصولوں پر جدا گانہ انتخاب کو پسند کرتے ہیں۔ جن اصولوں پر ہندو مسلمانوں کو دیا گیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی ہستی کو مسلمانوں کے علاوہ کوئی اور چیز سمجھتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی عام جماعت سے علیحدہ اپنا وجود قائم کرنا چاہتے ہیں ہم اس سے متفق نہیں ہیں۔ اور ہمیں امید ہے کہ جب شیعہ بھائی اس تفریق پر غور کریں گے تو وہ خود اس مطلع نظر کی غویت کو تسلیم کر لیں گے۔

(اخبار مدینہ مورخہ ۱۲ اپریل صفحہ سو کالم ۳)

گزارشات

خاکسار مدینہ مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۳۳ء کو بحیرہ سے تبلیغی دورہ پر روانہ ہوا۔ سمندری۔ شیخوپورہ لاہور۔ رھٹک۔ دہلی۔ کلکتہ۔ سے ہوئے ہوئے صوبہ برما کے تین شہروں ممبئی، اینانجا

اور مگونی میں جانے کا اتفاق ہوا۔ الحمد للہ کہ اڑھائی ماہ کی بخیر حاضری کے بعد واپس اپنے وطن میں پہنچ کر تمام امور کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ الحمد للہ کہ میری غیر حاضری میں رسالہ پابندی وقت شائع ہو تا رہا۔ دارالعلوم عکبرینہ کی حالت بھی اچھی ہے۔

افسوس ہے کہ ماہ مئی کا رسالہ وقت پر شائع نہ ہو سکا۔ سفر کے دوران میں تیرنوالہ سے کئی مناظرے ہوئے اور کئی سعید الفطرت اشخاص نے راجح حق اختیار کیا۔ دورے کی مفصل کیفیت انشاء اللہ اشاعت آئندہ میں درج ہوگی۔ اس ماہ میں ۴۴ صفحات رسالہ کیلئے اور ۲۴ صفحات برق آسمانی کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں۔ برق آسمانی کے صفحات بلسلہ اشاعت گزشتہ ۱۰ سے شروع ہوتے ہیں۔ قارئین نوٹ فرمائیں۔

حزب الانصار کی مالی امداد کی طرف متوجہ کرنا ہر خادم اسلام کا فرض ہے۔ مصارف کی زیادتی۔ مداخل کی کمی۔ اور قرضہ کی مقدار میں روز افزوں اضافہ کا ارباب ذکر کرنا پسند نہیں کیا گیا۔ کئی ماہ سے مداخل و مخارج کے گوشوارے اسی خطا میں سے شائع نہیں کئے گئے۔ چند ہ کی آپسیلیں۔ اور امداد کیلئے درخواستیں بالکل مبیعد اور بے نتیجہ ثابت ہوئی ہیں۔ اس لئے کارکنان مجلس نے فیصلہ کیا ہے کہ خاموشی سے سبب الاسباب اور خالق کائنات کے بھروسہ پر کام کئے جائیں اور اس کی طرف سے تائید کے منتظر رہیں۔

کشمیری تبلیغی وفد اور کئی دیگر امور صرف مالی کمزوری کی وجہ سے سہل و آسان نہیں ہیں۔

وَمَا عَلَيْكَ اِلَّا

البلاغ



تخریب داری۔ سینہ کوبی۔ و دیگر بدعاتِ محرمِ حرام ہیں
 (اس عنوان سے کئی ہزار کی تعداد میں اشتہارات طبع کر اگر حزب الانصار بحیرہ
 کی طرف سے تمام ہندوستان میں تقسیم کئے گئے ہیں۔ اس اشتہار سے
 مندرجہ ذیل اقتباس جربدہ ہذا میں درج کیا جاتا ہے)
 (مدیر)

بارگاہ رسالت کے فرامین

۱۔ بروایت خطیب کتاب السراج میں ہے۔ لعنت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص
 پر جو بغیر فرار کے زیارت کرے۔
 (فتاویٰ عزیز صفحہ ۵۷)

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشیہ خوانی سے منع فرمایا (ابن ماجہ)
 ۳۔ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے جو اپنے رخساروں کو پیٹے اور گریبان کو بھاڑے اور زنا و جاہلیت کے کام کرے
 وہ ہم میں سے نہیں۔ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُّودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ
 وَدَعَى بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ (بخاری و مسلم)

۴۔ قال انا بوری ممن حلق و سلق (بخاری و مسلم)
 یعنی فرمایا میں بیزار ہوں اس شخص سے جو ماتم کے طور پر بال کٹائے یا بال کٹائے
 یا داویلا اور نوحہ کرے

۵۔ لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناصئة و
 الْمُسْتَمْعَةَ۔ لعنت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی او
 مجلس میں جا کر سننے والی پر
 (ابو داؤد)

امام جعفر صادق و دیگر ائمہ کا فتویٰ

شیعہ مذہب کی کتب میں جاہل اجزاع فزع کی ممانعت کے احکام موجود

ہیں۔ ائمہ سادات نے اس مسئلہ کی تسلیخ کا حق پوری طرح ادا کر دیا۔ شیعوں کی مذہبی کتب سے حسب ذیل فتاویٰ نقل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ امام جعفر صادق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: **إِذَا ذَهَبَ الصَّبْرُ ذَهَبَ الْإِيمَانُ**۔ صبر چھوڑ دینے سے ایمان جاتا رہتا ہے (اصول کافی صفحہ ۲۶)۔
 ۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ضَرْبُ الْمُسْلِمِ يَدُهُ عَلَى فخذِهِ أَحْبَابُ الْحَجَرِ**۔ مسلمان کا ہاتھ اپنی ران پر (راٹھ میں) مارنا اس کے عمل ضائع کر دیتا ہے (فروع کافی صفحہ ۱۳۲)۔

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کو غسل دیتے وقت حضرت علی نے فرمایا: **لَوْ أَنَّي أَفْرُتُ بِالصَّبْرِ وَرَهَيْتُ عَنِ الْحَزْمِ لَا تَفْذُ نَاعْلِيكَ مَاءُ الشَّيْطَانِ**۔ اگر آپ نے صبر کرنے کا حکم اور حزم فزع سے منع نہ کر دیا ہوتا تو آج ہم آپ کی وفات پر اتنا روتے کہ رطوبت بدن خشک ہو جاتی۔ (نہج البلاغہ صفحہ ۱۵۳)۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو آخری وصیت فرمائی: "اے فاطمہ واضح ہو کہ پیغمبر کے لڑکے یا بچے جاک نہ کرنا چاہئے۔ اور بال نوچنے نہ چاہئیں اور داؤ بلا نہ کہنا چاہئے۔ (جلا العیون اردو جلد صفحہ ۶۶)۔

۵۔ ابن بابویہ نے بسند معتبر امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت وفات جناب سعیدہ سے کہا: "اے فاطمہ جب میں مرجاؤں تو اس وقت تو اپنے بال میری مفارقت میں نہ نوچنا۔ اور اپنے گیسو پریشان نہ کرنا اور داؤ بلا نہ کہنا اور منہ پر نوحہ نہ کرنا۔ اور نوحہ کرنے والوں کو نہ بلانا۔" (ایضاً صفحہ ۷۷)۔

۶۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہلبیت کو اپنی آخری وصیت میں یہ الفاظ فرمائے: "مجھ کو نالہ و فریاد و گریہ و زاری سے آزار نہ دینا۔ (ایضاً صفحہ ۷۷)۔

اسی طرح کی حدیث فردوس کافی جلد دوم صفحہ ۲۱۴ پر بھی موجود ہے جس میں مذکور ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت وفات سیدہ فاطمہ کو فرمایا میری وفات پر منہ نہ پیشنا۔ بال نہ بکھیرنا۔ داؤ بلا نہ کرنا۔ اور نوحہ نہ کرنا۔"

ماہیتوں پر امام صادق کا فتویٰ کھڑا

۷۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا صبرا اور مصیبت مومن کے پیش آتے ہیں۔ اُسے مصیبت آجاتی ہے اور وہ صبر کرتا ہے نگہراہٹ اور مصیبت کا فرق کے پیش آتی ہے۔ اور اُسے مصیبت پیش آجاتی ہے اور وہ جزع جزع کرنے لگتا ہے۔ (فروع کافی جلد ۱ صفحہ ۱۳۱) جزع کی تعریف بھی اسی جگہ امام نے فرمادی فرمایا: ”انتہائی جزع ویل و عویل کی پکار کرنا، منہ پر طمانچے لگانا۔ سینہ زنی کرنا۔ اور بالی نوچنا ہے۔ اور جس شخص نے نوحہ کیا اس نے صبر چھوڑ دیا۔ اور غیر شرع کام کیا۔
۸۔ جس نے قبرستانی اور اس کی نقل اتاری پس وہ اسلام سے نکل گیا۔ (من لایحضرہ الفقیہ مطبوعہ ایران ص ۳۲)

سیاہ لباس و فریون کا ہی

۹۔ فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے سیاہ لباس روزخیوں کا لباس ہے۔ امیر المؤمنین نے فرمایا کہ سیاہ لباس نہ پہنو۔ کیونکہ لباس فرعون کا ہے۔ (من لایحضرہ الفقیہ مطبوعہ ایران ص ۱۵۷) اس طرح فرعون کا فی جلد دوم صفحہ ۳۴ پر بھی حکم درج ہے۔

یوم عاشورہ مصیبت کا دن نہیں ہے

۱۰۔ اصلاح الرسوم و وسائل الشیعہ مذہب شیعہ کی معتبر کتب میں لکھا ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ”شمار نہ کر اس مصیبت کو مصیبت جس پر تجھ صبر عطا کیا اور خدا سے مستحق ثواب ہوا۔ بلکہ مصیبت وہ ہے جس میں صاحب مصیبت اجر و ثواب محروم رہے جبکہ صبر نہ کرے وقت نزول مصیبت کو۔ جناب امام کا فرض ہے جناب صادق علیہ السلام کو صادق اور امام حسین علیہ السلام کو صابر سمجھ کر یوم عاشورہ کو مصیبت کا دن خیال نہ کریں۔

۱۱۔ اصلاح الرسوم بکلام المعصوم میں ہے: تعزیدوں کے سامنے شیعہ بنی رکھنا حرام ہے ص ۲۹۴۔ طوق و زنجیر پہننا اور علم نکالنا اور تعزیدوں کی طرف زیارت کو جو مضافاً حرام ہے ص ۲۹۵۔ تعزید کو مشابہہ قبر یا مشابہہ روضہ اقدس فرض کر لیا گیا ہے۔ قبر بنانا ہمارے مذہب میں حرام ہے ص ۲۹۶۔

امام حسین علیہ السلام کی آخری وصیت

۱۲۔ شیعوں کی معتبر کتاب انوار البصائر صفحہ ۲۹ میں ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے

کر بلائے معلیٰ میں اپنی ہمشیر سیدہ زینب کو فرمایا: "اے بہن جو میرا حق تبر ہے اس کی قسم دیکر
کتنا ہوں کر میری مصیبت مفارقت پر صبر کرو۔ پس جب میں مارا جاؤں تو ہرگز منہ نہ پیٹنا
اور بال اپنے نہ نوچنا۔ اور گریبان چاک نہ کرنا۔" اس سے زیادہ واضح دلائل اس امر کو کہ شہداء کر بلا
کی مصیبت میں سرانہ پیشانی نہ کوئی کرتا وغیرہ ناجائز ہے اور کیا ہو سکتے ہیں۔

مخلصانہ اپیل

میرے اہل بیت بھائیو دشمنیہ بزدلان وطن اعدا را ان تصریحات پر انصاف سے غور کرو و تعصب و ضد سے
کام نہ لو۔ کیا محرم کے دنوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و شہداء کر بلا کی ارواح کو اذیت نہیں
پہنچتی؟ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہلبیت حسین و جعفر صادق و دیگر ائمہ علیہم السلام اپنی
تعلیم و ارشاد کو برباد ہوتے ہوئے دیکھ کر غضبناک نہ ہوتے ہوں گے؟ جس شجر کی آبپاری اسلاف نے
اپنے خون سے کی تھی جن سچی تعلیمات کی اشاعت کیلئے انہوں نے اپنی گردنوں پر تلواروں
کا چلنا قبول کر لیا تھا آہ تم آہ آج تمہارے مباحقوں وہ ملیا میٹ ہو رہی ہیں۔ تم اپنے عمل و فعل
سے ثابت کر رہے ہو کہ تمہارے دل میں قرآن کے ارشادات انہی صلی اللہ علیہ وسلم اور
ان کی آل پاک کی عزت و حرمت رانی کے دانے کے برابر بھی موجود نہیں رہی۔ آؤ!
بارگاہ رب العزت میں سرسجود ہو کر نہامت کے آنسوؤں سے اپنے گناہوں کے دفتر کو
صاف کرو۔

۵

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ

گر کافر و گریب پرستی باز آ

ایں درگاہِ نو مسیبت

صد بار گر تو بہ شکستی باز آ

تفسیر صفحہ ۲۲

ہو گی۔ اگر مولوی شہناز احمد وہاں نہ ہوتے تو کوئی میرزا بی بی بکھر نہ نکلتا۔ لیکن میرزا بی بی جو کہ فتنہ انگیز ہیں اس نے تاربان جا
بھوٹ مرزا صاحب کو نہاد یا تھیرنا صاحب کے لشروں میں گالیاں کہنے کہ مولوی شہناز احمد بھیڑ یا بھٹا ہے یا اس سے بھی تر
کیونکہ اہل مد کو ایذا رسانی پر برکتیہ کرتا تھا اہل مد خود ہی معاش تھے لیکن پھر چھوٹے ہوئے نظر آتے تھے چنانچہ انہوں نے
مرزا کو نکو اور نیکو کا نشانہ بنایا اور ان کی مری تو کر زخمی کر دیا لیکن یہ شریک و اتحادی خلاف تھا خود شہناز اگر سب کچھ

در اندازہ کی کہ غرض تھا۔ باقی باقی

حالاتِ مشائخِ اَوچ شریف بست بہاول پور

(بسلۃ اشاعت نام)
انتم کو کلامیّد محمد علی شاہ ضارکن فیہ تبلیغ شریعت الانصار

اوج شریف سے بجانب شرق ایک گاؤں بنام پہلی راجن بارہ کوس کے فاصلہ پر آباد ہے۔ جس کی آبادی زیادہ سادات بخاری کی ہے۔ اور وہ حضرت سید جلال الدین میر سرخ بخاری کے چھوٹے پوتے حضرت سید راجن قتال صدر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ کی نسل میں سے ہیں۔ جیسا کہ گاؤں کے نام سے ظاہر ہے۔ ان سادات کا سلسلہ بھی اوج شریف کی سجادگی وابستہ تھا۔ مگر اپنے عقائد اہل سنت میں راسخ تھے۔ مخدوم ناصر الدین سادس جب سندھ سے واپس آیا اور گدی نشین ہوا اور مذہب تشیع کی اشاعت شروع کی تو پہلی راجن کے سادات مذہبی اشاعت میں اس کے شریک کار نہ ہوئے۔ البتہ چسند ایام گذر نیچے بعد انھوں نے اپنے اہل سنت عقائد پر قائم رہتے ہوئے رسم تخریب داری کو منبرک اور ذریعہ انظار محبت اہل بیت علیہم السلام تصور کر کے رواج دیدیا۔ اور بغیر ذاکروں کے چونکہ یہ کام تمام نہیں ہو سکتا لہذا ان کو ذکر بھی منگو اسنے بڑے چنانچہ مختلف ذاکر آتے رہے اور اگرچہ ان کو سادات کی طرف سے مذہبی چھیڑ چھاڑ یا توہین صحابہ سے قطعاً مانعت ہوتی تھی تاہم وہ اپنی کارروائی کرتے رہے اور رفتہ رفتہ عقائد باطلہ کی زہر ان کے اندر جگہ لیتی گئی اور راسخ الاعتقاد بڑے بڑے سادات بھی واصل الی اللہ ہوتے گئے۔ چنانچہ جب مقدس ہستیوں کا اختتام ہوا۔ اور نوجوانوں کا دور دورہ ہوا اور ادھر گورنمنٹ برطانیہ نے مذہبی ازادی مکمل طور پر عطا فرمادی تو ذاکر صاحبان نے اپنی کارروائی علی اعلان شروع کر دی اور سادات میں تشیع کا رنگ نمودار ہونے لگا۔ مگر اس خوف سے کہ آباد اجداد کے مرید برگشتہ نہو جائیں اور تدریجاً بند نہ ہو تقیہ بازی سے کام لینے لگے۔ مگر ذاکرین کے مختلف معنائیں نے گمراہ کر ہی دیا۔ اور سید

بیطیر عدیم المتیل عالم باعمل مولوی صاحب کے جن کا اسم گرامی حضرت مولانا مولوی محمد صادق صاحب ہے ان کی خدمت میں میں نے چھ سال تسلیم حاصل کی۔ بہت سے اہل السنۃ لوگ میری تعلیم کے مانع ہوئے۔ مگر حضرت ممدوح نے پرواہ نہ کی۔ اور مجھے نہایت ہی شفقت سے تسلیم دی چنانچہ بندہ نے سوائے ایک دو مسائل کے عقائد اہل سنت اختیار کر لئے۔

۱۹۲۵ء میں بہاول پور میں جامعہ عباسیہ کا افتتاح ہوا۔ حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ مقرر ہوئے۔ مولانا محمد صادق بھی جامعہ عباسیہ میں تبدیل ہو گئے۔ لہذا بندہ حضرت شیخ الجامعہ کی خدمت میں نصیحت حاصل کرنے لگا انتہائی تعلیم کی سند حاصل کی۔ اور باقی ماندہ مسائل کی تشفی بھی ہو گئی۔ اودھر سرے بڑے دو بھائی ایک تشیع کی حالت میں اور دوسرے نائب ہو کر فوت ہو گئے۔ بندہ نے اپنے گاؤں میں سکونت اختیار کی اور حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی اور حضرت مولوی محمد صادق صاحب بہاولپوری کو دعوت دیکر ایک اجلاس عام میں اپنے تبدیل مذہب کا اعلان بھی کر دیا پھر کیا تھا۔ بندہ پر مصیبتوں کا پہاڑ الٹ پڑا۔ تمام سادات اور ان کے جاہل مرہب جو فکروں کے نرغے میں پھنس چکے تھے دشمن بن گئے اور حتی الوسع ستانے لگے۔ گرشعیوں میں سوا حقہ نوشی۔ بھنگ نوشی کے رکھا ہی کیا تھا۔ میں نے امد پر توکل کر کے سلسلہ تعلیم و تبلیغ شروع کر دیا۔ نماز جمعہ عیدین۔ تراویح۔ ختم قرآن شریف۔ اجلاس تبلیغ کے سلسلے جاری ہوئے تو لوگوں نے اس بھنگ نوشی سے نفرت کر کے اس اجلاس قرآنی میں التفات شروع کر دیا۔ انہوں نے بھی اپنی بے رونقی دیکھ کر کچھ بڑبڑ شروع کی۔ مگر بناوٹ سے کیا ہو سکتا ہے۔ لوگ عوام و خواص اس طرف راغب ہو گئے اور تشیع کا ہنازہ نکلنے کے قریب ہو گیا تو انہوں نے فریب کاری سے کام لینا شروع کیا۔ چنانچہ انہوں نے مناظرہ کرنے کا چیلنج دیدیا۔ اودھر بندہ بھی لبیک بکار کر میدان میں آگیا۔ اور حسب ذیل مناظرے پیش آئے

پہلا مناظرہ

میں نے سب سے پہلے اعلان کیا کہ مناظرہ میں کوئی اور مسئلہ زیر بحث نہ ہو گا۔ سوائے اس امر کے کہ ہم لوگ تمام سادات بخاری حضرت سید جلال الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی نسل سے ہیں۔ آپ ہمارے جدِ اعلیٰ تھے۔ فریقین کے مسلہ بزرگ تھے۔ اگر وہ بمع دیگر مشائخ عظام اوج شریف اہل سنت تھے تو یہی مذہب حق ہے۔ اور اگر وہ لوگ شیعہ تھے تو معاملہ برعکس ہو گا۔ چنانچہ اس مسلہ پر تمام علاقہ کے لوگ متفق ہو کر کہنے لگے کہ یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔ چنانچہ بندہ نے مشائخ اوج رحمہم اللہ کے بہت سے مطبوعہ اور قلمی ملفوظات اور ریاست بہاول پور کی تاریخ ریاست وغیرہ کتابوں سے ثابت کر دیا کہ تمام مشائخ اوج شریف اہل سنت تھے۔ بلکہ سید جلال الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کے اُنیس سجادہ نشین ۱۲۲۳ھ تک اہل سنت رہے۔ ۱۲۲۶ھ میں میسوس سجادہ نشین نے تبدیل مذہب کیا۔ لیکن صرف تعزیر داری کی رسم کے سوا اور کوئی کارروائی شیعہ کی نمودار نہ ہوئی۔ اور وہ صوم، و صلوٰۃ، جمعہ، عیدین، درس و تدریس تمام حنفی مذہب پر ہوتے رہے۔ خصوصاً ہمارے گاؤں پبلی راجن کے سادات تو اس اثر سے ۱۲۳۰ھ میں متاثر ہوئے۔ جس کو آج میں سال کا عرصہ گزرتا ہے جس سال کے مذہب کے بالمقابل جو کہ بزرگوں کے اعتراض اور جہالت کے عموم اور دوا کروں کی بلع تقاریر سے قائم کیا گیا ہے۔ تیرہ صد سالہ مذہب کس طرح ترک کیا جاسکتا ہے اس کے جواب میں فریق ثانی نے حسب ذیل جواب دیے۔

۱۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مشائخ اوج واقعی اہل سنت تھے۔ مگر یہ اُن کا تعلق تھا۔ درپردہ وہ لوگ شیعہ تھے۔ اس جواب کو جس قدر تحقیق سے ٹھکرایا گیا اس کی حقیقت دیکھنے کے قابل تھی۔ بزرگوں کے ملفوظات سے ثابت کیا گیا کہ انھوں نے کروڑوں کو اسلام کے نور سے منور کیا مگر کسی اپنے مریدِ حقیدست کو حنفی طور سے بھی شیعہ کی تعلیم نہ دی۔ اور نہ کسی کو ہدایت کی ہے کہ دیکھو آج کل خوف کا وقت ہے جب

موقع ملے تو شیعہ کو ظاہر کرنا۔ اور خصوصاً لقیہ خوف کے وقت ہوتا ہے۔ جب یہ یزد
ہندوستان میں آئے تھے اس وقت ہندو مذہب کا زور تھا۔ تمام ہندو لوگ مشرف
باسلام ہو کر ان بزرگوں کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ یہاں تک کہ بعض راج
مہاراجے بھی مسلمان ہوئے تو پھر ان کو کس کا خوف تھا۔

۲۔ مناقح اوج بوجہ استغراق فی الشاہدہ لاندھب تھے۔ کبھی سنی ہوتے
تھے۔ کبھی شیعہ۔ کبھی مسلمان ہوتے تھے کبھی ہندوؤں کا مذہب اختیار کر
لیتے تھے۔ (والعیاذ باللہ) اس جواب کی حقیقت ظاہر ہے۔ جن لوگوں نے لاکھوں
بلکہ کروڑوں کے زنا ر توڑ ڈالے اور کلمہ اسلام سے مشرف کر دیا وہ خود لاندھب
استغفر اللہ۔

۳۔ مناقح کوئی واجب الاطاعت امام تو نہیں ہیں کہ ہم ان کی پیروی کریں۔ ہم
سچ کہتے ہیں کہ اگر وہ سنی تھے تو ہم ان کو گمراہ جانتے ہیں۔ بلکہ اگر حضور رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لائیں اور ہمیں اصحابِ ثلاثہ کی فضیلت منوانا چاہیں
تو بھی ہم لوگ تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ ہاں اگر قرآن کریم سے خلافت کا ثبوت
مل جائے تو ہم لوگ تسلیم کر لینگے۔ اس جواب سے ان کو شکست فاش ہو
اور وہ فیصدی لوگ ان سے مخرف ہو گئے۔ اور اپنے بزرگاں سے انحراف کرنے
پر جو ان کی رسوائی ہوئی اس عالم حیرت کا عجیب نمونہ تھا۔

دُوسرا منظرہ

شوال ۱۲۷۹ھ ہجری میں یہ مناظرہ ہوا۔ شیعوں کی طرف سے مناظر مولوی
صہاب علی صاحب سابق اڈیٹر اخبار شیعہ لاہور تھے۔ زیر بحث دو مسئلے تھے
(۱) خلافت (۲) ارسال الیدین فی الصلوٰۃ۔ اہلسنت کے ذمہ تھا کہ قرآن شریف
سے خلافت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلا فضل ثابت کریں۔ اور اہل تشیعہ
قرآن شریف سے ارسال الیدین فی الصلوٰۃ ثابت کرینگے۔ چتا نچ میں نے

آئیے استخلاف تلامذہ کر کے اور کوئی بحث نہ چھیڑی اور یہی سوال کیا کہ خداوند کریم فرما
ہیں **وَعَلَى اللَّهِ الَّذِينَ آمَنُوا وَمَا وَكَلُوا الصَّلَاحَ مِنْكُمْ لِيَسْتَخْلَفُوا فِي الْأَرْضِ**
مؤمنین سے اللہ تعالیٰ خلافت عطا کرے گا وعدہ کرتے ہیں۔ اب یہ وعدہ عطا ہے خلافت اللہ
تعالیٰ نے پورا کیا۔ یا نہیں؟ اگر نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے خلافت وعدہ کیا اور اگر وعدہ
پورا ہوا ہے تو شیعہ صاحبان بتائیں کہ سرور کائنات کے بعد کون خلیفہ ہوا۔ اگر صدیق اکبر
ہیں تو ہمارا دعویٰ ثابت ہے اگر دوسرا خلیفہ ہے تو بیان کیجئے ہم تسلیم کر لیں گے کیا تو ہیں۔ فریق ثانی
نے بہت سے وقت کو ادھر ادھر کی باتوں میں ضائع کر دیا۔ اور اصل سوال کے جواب کی طرف
غور نہ کیا۔ بار بار توجہ دلانے پر جب اس طرف متوجہ ہوئے تو یہی جواب دیا کہ وعدہ خدا نے کیا
ہے پوچھو ہو جسے جاؤ خدا سے پوچھو ہم اس جواب کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ اس پر ایک عجب
منظر تھا۔ اور اسی مجمع میں منکر قرآن کے لقب کا متغہ لیکر واپس ہوئے۔

ارسال الیدین کا مسئلہ شروع ہوا تو مناظر صاحب نے کھڑے ہو کر صاف کہہ دیا کہ ارسال
الیدین کا مسئلہ قرآن میں نہیں ہے۔ بلکہ اگر قرآن میں یہ مسئلہ بیان کیا جاتا تو اللہ کے شایان شان
نہ تھا۔ جواب یہ آیا اور شرائط مناظرہ میں ارسال الیدین کا ثبوت قرآن سے دینے کا عہد تھا۔
جب آپ نے فرمایا کہ قرآن میں نہیں ہے تو شیعوں میں ایک حشر قائم تھا۔ اور بالیقین کنت
تربا بربانی حال وہ ہو رہا تھا۔

تیسرا مناظرہ

یہ مناظرہ اس امر پر ہوا کہ شیعہ نے تعزیر پرستی کی وجہ یہ بتلائی کہ تعزیر میں امام حسین علیہ السلام
خود رونق افروز ہوتے ہیں۔ ثبوت دریافت کرنے پر اہل مناظرین کیا رہیں بارہ سے تلامذہ
فرمائی کہ **وَسَيَرَى اللَّهُ أَلْمُؤْمِنُونَ**۔ اس فعل سیری اللہ میں اللہ و رسول اور مؤمنین
مشترک ہیں۔ جس طرح رویت اللہ ہے اسی طرح رسول اور مؤمنین کی رویت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ
کی رویت اس طرح ہے کہ وہ ہر مکان میں موجود ہیں۔ لہذا رسول اور مؤمنین بھی ہر مکان میں
موجود ہوں گے۔ اور تعزیر بھی ایک مکان ہے اور حسین علیہ السلام ایک مؤمن ہیں۔

اس استدلال کی حقیقت ظاہر ہے۔ اس پر کئی طرح سے بحث ہو سکتی تھی مگر بطور اختصار فریق مخالف سے سوال کیا گیا کہ کیا تم لوگ مؤمن ہو۔ یا نہیں؟ اس سوال سے مناظر صاحب پر جنون کا عالم طاری ہو گیا۔ گلا گھٹ گیا اور تقریباً پندرہ منٹ سکوت کے بعد اور ہماری طرف سے اصرار اور ایک با مذاق ہندو کے اس کہنے پر کہ جناب اب چپ کیوں ہو یا مؤمن بن جاؤ یا چارے ساتھ مل جاؤ یہی جواب ملا کہ ہم مؤمن نہیں ہیں۔ مؤمن صرف اہل بیت تھے۔ جب آپ نے یہاں کو جواب دیدیا تو حق و باطل کی جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ اور حق کو وہ فتح حاصل ہوئی کہ جس کی یاد ہمیشہ ہمیشہ رہیگی۔ (بھلا اگر مومن بننے تو کیا خرابی تھی۔ خدا کے شریک بن کر ہر جگہ حاضر و ناظر ہو جاتے مگر ان کو اس میں خطرہ محسوس ہوا کہ اگر ہم مومن بنیں اور اہلسنت کسی غیب کی خبر دیتے کہیں تو کیا جواب دیں گے)

چوتھا مناظرہ

یہ مناظرہ اس سلسلہ پر ہوا کہ اہل تشیع کا ایمان قرآن پر نہیں ہے۔ اس مناظرہ کی تاریخ ۱۳ شوال ۱۳۸۲ تھی۔ فریق ثانی نے میرزا احمد علی صاحب امرتسری کو بلوایا۔ مگر صاحب موصوف وقت پر پہنچو شیخ صاحبان کو حیران ہونا پڑا۔ سب انسپکٹر پولیس کو اطلاع دی اُس نے مناظرہ روک دیا مگر مقامی ذیلدار نے امن کا ذمہ لیا اور یہ عذر بھی کارگر نہ ہوا تو اہل تشیع کے صدر نے ایک اور تجویز نکالی۔ اور فرمانے لگے کہ میں ابھی بہادر پور سے آیا ہوں۔ صاحب دسترکٹ مجسٹریٹ نے مناظرہ کیلئے منع فرمایا ہے۔ اس پر بھی اہلسنت کے معتدین نے کہا کہ ہم ضروری مناظرہ کریں گے۔ اور وقت پر جواب دیں گے۔ مگر شیخہ محبتین نے کہا کہ ہم گورنمنٹ کے باغی نہیں ہوتے بغیر منظوری کے مناظرہ نہیں کرتے۔ یہی کہنا تھا کہ حاضرین میں نعرہ ہائے تلبیہ بلند ہوئے بالآخر مناظرہ کی تاریخ ۱۵ ذیقعدہ کو مقرر ہوئی۔ مولوی شہراب علی صاحب موجود تھے اُن کا بہت شوق تھا کہ ہم مناظرہ میں پیش ہوں مگر شیخہ پارٹی ان کا حشر مناظرہ منسٹر میں دیکھ چکی تھی۔ لہذا ان کو پیش نہ کیا۔ سارا دن وعظ و تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا۔ کئی علماء کرام نے تقریریں کیں اس احقر نے صرف اصول کلیہ سے ہسکڑوں۔ وایتیں

پڑھ کر ثابت کر دیا کہ شیعہ قرآن پر ایمان نہیں رکھتے۔ دعوے ہو رہے تھے کہ عصر کے وقت جناب میرزا احمد علی صاحب اترسہ کی مناظر شیعہ دوسرے دوڑے پہنچ گئے۔ مگر اس وقت کیا ہو سکتا تھا بغیر منظوری سرکار شیعہوں نے مناظرہ سے انکار کیا تھا۔ مناظرہ کے شرائط معمول گئے تھے تاریخ کاچہ و گرام بدل چکا تھا سوائے ندامت و محالیت کے میرزا اند کو۔ کو اور کچھ ہاتھ نہ آیا۔

اختتام اجلاس پر مولانا محمد نصیر صاحب جگوی اور مولوی شہاب علی شیعہ کے درمیان مباحلہ کی صورت ہو گئی اور قرار پایا کہ جھوٹا مذہب ذیقعدہ کو ہلاک ہو جائیگا۔ چنانچہ ذیقعدہ کی شب کو مولوی شہاب علی در دو قو لیج سے مر گئے اور ہم میدان مناظرہ میں پہنچ گئے۔ مگر شیعہ میں سے کوئی بھی ظاہر نہ ہوا اللہ نے اسلام کو فتح عطا فرمائی اور باطل ہمیشہ کیلئے باطل ہو گیا

بندہ نے شیعہوں کے مظالم کی وجہ سے اصل وطن پسیلی راجن سے ہجرت کر کے الگ بستی آباد کی جس کا نام عثمان پور شریف رکھا۔ مسجد عثمانی آباد کی۔ مدرسہ عثمانیہ جاری کیا۔ جھوٹے بھائی جو راجع الاعتقاد سنی ہو گئے ان کا نام عثمان علی شاہ رکھا۔ (پانچویں سوال ۱۳۳۲ء کو انکی وفات ہو گئی ہے فارمین کرام دعائے مغفرت فرمائیں)

تعلیم و تبلیغ کے ذریعہ اس مذہب کی تردید اور عقائد حقہ اہلسنت کی اشاعت کی گئی۔ ہزاروں لوگ شیعہ مذہب چھوڑ کر سنی ہو گئے۔ تشیع کا جنازہ کھل گیا۔ اب بھی مدرسہ عثمانیہ میں تعلیم جاری ہے۔ گرد و نواح میں مختلف تبلیغی اجلاس ہوا کرتے ہیں۔ خاص صد میں سالانہ ایک بھائی اجلاس ہوا کرتا ہے۔ جس میں جناب مولانا غلام محمد صاحب گھوٹو شیخ الحامد اور مولانا قطبی شاہ وغیرہ شریف لائے ہیں۔ فارمین کرام دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسلام کو فتح اور باطل کو شکست دیکر لیظہم علی الدین کلالہ کامصدق قائم رکھے آمین خیر الختام

میرزائے قادیان کا قصیدہ اعجازیہ

(ایک غبور مسلمان کے قلم سے)

(گزشتہ سیر پرستہ)

(الف)

مناظرۂ مدد

(۱۶) فخر و الہذا البحت ارضاً شجیرۃ
(۱۷) فكان ثناء الله معبول فوم
(۱۸) كان مقام البحت كان اجمہ
(۱۹) وقام ثناء الله يغوسه جنود
(۲۰) فكان طوی کشا علی مستکینہ
(۲۱) سعی سعی فنان یکنذب دعوی
(۲۲) وأظهر امرأ سولت نفسہ لہ
(۲۳) فشق علی صحبی طریق اراد
(۲۴) راجع برج یفان نشاد و نمر
(۲۵) اقل زمان البحت مقدار صاع
(۲۶) رضوا بعد تکرار و بحت بثلثا
(۲۷) دھام عیات الاناس و محقر
(۲۸) فصار و ابد للریاح دُریۃ
(۲۹) وكان ثناء الله فی کل ساعة
(۳۰) ارای منطقاً ما ینبج لکل مثل
(۳۱) وان لسان المرء ما لم یکن له
(۳۲) یکلہ حتی یعلم الناس کلم

الی الجانِبِ لَعْنَتِي وَالْجَنَدِ
وَمِنَّا نَصْدِي لِلتَّخَاصُمِ سُرُ
بِالدَّيْبِ يَتَوَّى وَالْغَضَبُ تَزِيرُ
وَيَغْرِي عَلَى صَحْبِي لثَامًا وَيَهْدُ
وَمَا رَادَّ هَجْرَ الْحَقِّ بَلْ كَانَ يَجْزِي
وَكَانَ يَدَّيْ مَا تَجَلَّى وَمِكْرُ
وَلَمْ يَرْضَ طَوْلَ الْبَحْتِ فَالْقَوْمُ
رَتَاظُنْ أَنَّ الْحَقَّ يَخْفَى وَيَسْتُرُ
فَقَالُوا الْحَاكِمُ اللهُ كَيْفَ تَزَوُّرُ
فَلَمْ يَقْبَلِ الْحَقُّ وَصَحْبِي تَنْفَرُوا
وَفِي الصَّدْرِ خَزَاوَنِي الْقَلْبُ خَبْرُ
رَأَوْهُمْ قَوْمٌ وَالْمَدَى قَدْ شَهَرُوا
وَيَجْرِي اسْتِخْدَامُ عَلَى الْمُدْبِرُ
يُأْتِجْ نَدْرَانِ الْقَسَادِ وَيَسْعُرُ
وَفِي قَلْبِهِ كَانَ الرُّهَى يَتَزَخَّرُ
إِصَادَةٌ عَلَى عَوْرَاتِهِ هُوَ مَشْغَرُ
جَمْعُ فَلَاحِ يَدْرِي لَوَيْبُ

ناظم کا اپنا کہا ہوا ترجمہ

(۱۶) بحث کے لئے ایک ہی اختیار کی گئی جس میں ایک درخت تھا + وہ جگہ گاؤں سے مغرب کی طرف تھی اور ہمارے دوست وہاں ٹھہرائے گئے۔

(۱۷) ثناء امداس کی قوم کی طرف سے مقبول تھا + ہماری طرف سے مولوی سید سرور شاہ صاحب پیش ہوئے۔

(۱۸) گویا مقام بحث ایک ایسے بن کی طرح تھا + کہ جس میں ایک طرف بھیر پانچینا تھا اور ایک طرف شیر غانا تھا۔

(۱۹) اور کھڑا ہوا ثناء اللہ اور اپنی قوم کو اغوا کر رہا تھا + اور میرے دوستوں پر برا انگیزہ کرتا تھا۔

(۲۰) اس نے کینہ کو اپنے دل میں بٹھال لیا تھا + حق جو فی نہ کی بلکہ بکواسن کرتا رہا۔

(۲۱) اس نے فتنہ انگیزوں کی طرح میری دعوت کی تکذیب کی کوشش کی + اور وہ حق پوشی کر رہا تھا + اور مکر کر رہا تھا۔

۲۲۔ اور ایک کمر اس نے ظاہر کیا جو اس کے دل میں پیدا ہوا + اور یہی بحث اسے اٹھا کر کیا اور قوم اس کے فریب میں آگئی۔

۲۳۔ پس میرے دوستوں پر وہ طریق گراں گذر جو اس نے اختیار کیا + اور انہوں نے گمان کیا کہ اس سے حق پوشیدہ رہ جائیگا۔

۲۴۔ انہوں نے ہٹان کا قلعہ دیکھا جو بنانا جانا تھا + پس انہوں نے کہا کہ خدا کی ملامت تجھ پر تو کیسا جھوٹ بول رہا ہے۔

۲۵۔ کم سے کم بحث کا زمانہ ایک ساعت چاہئے + پس اسماعیلوں نے قبول نہ کیا اور میرے دوست اس مقدار سے متغیر ہو گئے۔

۲۶۔ آخر اس بات پر کسی قدر رجعت اور تکرار کے بعد راضی ہو گئے + کہ بیس بیس منٹ تک بحث ہو اور سینہ میں سوزش تھی اور دل میں خنجر۔

۲۷۔ قوم کی چھالوں نے ان کو خستہ کر دیا + موضع مذکور انہوں نے اس صورت میں دیکھا کہ چہرہ باریک ہوئے ہیں۔

۲۸۔ پس میرے دوست موضع مد میں نیزوں کے نشان بن گئے :- اور اس بات کو احمد علی جو میر مجلس تھا خوب جانتا ہے۔

۲۹۔ اور شہزادہ ہر ایک گھڑی :- فساد کی آگ سحر کا تار ہا۔

۳۰۔ ایسی باتیں کہیں کہ ایک کتا اس طرح آواز نہیں نکالتا :- اور اس کے دل میں ہوا دھوس جوش مار رہی تھی۔

۳۱۔ اور انسان کی زبان حب تک اس کے ساتھ عقل نہ ہو :- اس کے پوشیدہ عیبوں پر ایک دلیل ہے۔

۳۲۔ ایسا انسان کلام کرتا ہے یہاں تک کہ سب لوگ حان جاتے ہیں :- کہ یہ جاہلی آدمی ہے نہ عقل ہے نہ بصیرت

(ب) میرائیوں کے قصیدہٴ اعجازیہ ایک تنقیدی نظر

بروالت میں ناظرین دیکھ چکے ہیں کہ میرزا صاحب نے مباحثہ موضع مد ضلع امرتسر کا حال بیان کیا ہے مگر ایسی سیدھی صورت میں کہ گویا کوئی ڈل فیل کا اس واقعہ کو قلمبند کر رہا ہے۔ جس کا خلاصہ ناظم کے اپنے تیار کردہ ترجمہ کو سامنے رکھکر ہوں گے کہ وہ موضع مد ضلع امرتسر میں میرزائیوں اور مسلمانوں کے درمیان اکتوبر ۱۹۰۲ء کو مباحثہ چھڑ گیا تھا۔ موضع مذکور کی مغربی طرف ایک جگہ دائرہ تھا۔ جس میں منظرہ منقح ہوئی۔ اور میر مجلس جو دھری احمد علی صاحب لکھے زئی تھے۔ (کہ جن کی شخصیت مرزا صاحب نے ظاہر نہیں کی) بہر حال شروع بحث میں اوقات تقریر پر بحث چھڑ گئی تھی۔ میرزائی کہتے تھے کہ ایک ایک گھنٹہ ہر ایک مناظر کو دیا جائے۔ مولوی شہزاد احمد صاحب میں میں منٹ کافی سمجھتے تھے۔ اور میرزائیوں کے خلاف مرضی میں منٹ ہی کافی سمجھے گئے اور بحث شروع ہو گئی۔ مسلمانوں کی طرف سے مولوی شہزاد احمد صاحب مناظر تھے۔ اور میرزائیوں کی طرف سے مولوی سرد شاہ متعین جو منقح

مگر قرآنی جو معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے انکو ایسا تنگ کیا کہ مرزا کی شہر دخل
چاڑی بچو ہو گئے تھے۔ اور وہاں کے لوگ جمع ہو کر چاہتے تھے کہ میرزا کیونکر بچے گا اور
یاد دلائیں مگر انہی منتظمہ نے میرزا کیوں کو بچانے کی بہت کوشش کی ورنہ وہ تو ضرب
و شتم کا نشانہ بن ہی چکے تھے۔

ناظم نے گو اپنی قوت بیانی کا بجز اپنی عورت اور اردو ترجمہ دونوں میں بالکل طشت از بام
کر دیا ہے مگر مولوی ثناء اللہ صاحب کو گالیاں دینے اور برا کہنے میں بدستور سابق مناسب اور
غیر مناسب موقع بھی نہیں دیکھتا۔ پس اس لحاظ سے اگر کہا جائے کہ ناظم نے اپنا ادبی رنگ دکھا
ہے تو وہ ایسا ظاہر ہے کہ ہر نہ شک آرد کافر گردد۔ مگر تاہم زیادہ توضیح کیلئے ان اشعار میں
جو اس قطع میں (از ۱۶ تا ۲۲) درج ہیں جو کچھ گندہ دلہانی کی ہے ہم ناظرین کی خدمت میں
پیش کرتے ہیں۔ تاکہ آپ خود اندازہ لگائیں کہ کیا ایسی نظم قابل اشاعت ہے ؟
یا ایسا بے وقار و شتم ایک ایسی ہستی کے شایانِ شان ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام سے
بھی فوقیت کا مدعی ہو۔

۱۔ الذی لبس یحییٰ مولوی صاحب کو بھیڑ یا بتاتا ہے جو مارے بھوک کے چوکتا ہے
۲۔ یسویٰ جنودہ۔ انکو گراہ کرنے والا سردار بتاتا ہے جو اپنی جماعت کو اغوا کرتا ہے
کہ حفظ امن میں غفلت اندازی کر دو۔ حالانکہ یہ صاف جھوٹ تھا۔ کیوں کہ مولوی صاحب ہمیشہ
سے حفظ امن کے خواہاں ہیں۔

۳۔ بھری لیا صاؤدہ بد معاشوں کو فساد پر برا بیگھتہ کر رہے تھے گویا وہ غندوں کے سردار
تھے۔ اور نقص امن کرنا چاہتے تھے۔ ناظم نے غالباً مولوی صاحب کو بد معاش غندہ اور نقص
امن کا مرکب قرار دینے میں ایسی طرح بہتان باندھا ہے جس طرح ہندو گورنٹ کو بدظن
کرنے کیلئے کہہ دیا کرتے ہیں کہ مسلمان ڈاکو ہوتے ہیں۔

۴۔ طوی کشعا علی مستکینۃ وہ کینہ توڑتے تھے گویا مناظرہ کے بہانہ سے کوئی ذاتی
کینہ لینا چاہتے تھے۔ اور یہ افتراء محض تھا۔

۵۔ کان یخفی وہ کو اسی تھے۔ ناظم گھر بیٹھے کو اسی غندہ بد معاش۔ اور فتنہ برپا کرتا

مگر شرفا کا یہ کام نہیں ہے (۶) یہ قلم سب کا تھا یہ بھی مولوی صاحب پر بیجا حملہ ہے۔ (۷) فقہ
 وہ فقہ پر دانا اور فقہ پر دازی میں پوری کوشش کرتا تھا۔ گویا مولوی صاحب وہاں مجلس میں
 فقہ پر دازی کے لئے ہی گئے تھے بحث کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ گھر بیٹھ کر جو کچھ جی میں آگیا
 کون پوچھتا ہے کہ سچ ہے یا جھوٹ یا مناسب ہے یا نامناسب۔ (۸) عکس وہ مکار تھا
 یہی مولوی صاحب پر حملہ ہے (۹) فالقوم یعنی ۱۱ اس نے اپنا جادو و جلا لیا تھا
 گویا مولوی صاحب میں راستی نہ تھی (۱۰) الحق یعنی گویا مولوی صاحب حق بات کو چھپاتے اور
 میرزائی ظاہر کرتے تھے (۱۱) سچ بہتان مولوی صاحب مغتری تھے اور میرزا صاحب پر بہتان
 باندھتے تھے (۱۲) کیف تو فرس مولوی صاحب نے دام تزدیر پھیلایا ہوا تھا (۱۳) باججہ مرد
 صاحب فساد کی آگ بھڑکاتے تھے اس لئے بڑی بھاری مسند تھی (۱۴) ماہیہم الکلب مولوی
 صاحب کتو تھے بلکہ کتے سے بھی بدتر یہ ناظم کی تہذیب کا ادنیٰ نمونہ ہے۔ کہ ایک مناظر اسلام کو بری
 طرح برا کہتے ہیں (۱۵) کان الہوی مولوی صاحب ہوا ہوس کے تھے (۱۶) لسان المرء مولوی
 صاحب کے صاحب الکی زبان سے ہی ظاہر ہو رہے تھے کیونکہ سبقتل تھے (۱۷) جھوٹ بڑی جھال
 تھے۔ اور ان کی جہالت لوگوں کو معلوم ہو گئی تھی (۱۸) کاید سری مولوی صاحب کچھ بھی نہیں
 سمجھتے تھے اور بالکل ہی بیوقوف تھے (۱۹) لایقہ صی مولوی صاحب عقل کے اندھے تھے اور
 بالکل بے شعور تھے۔ ناظم نے انکے تو کرم بخشی مولوی صاحب پر کی اب دیکھئے مسلمانوں کو کس نظر
 سے دیکھا ہے (۲۰) القوم یعنی مسلمان بے سمجھ تھے مولوی صاحب کا جادو ان پر چل گیا (۲۱)
 لم یقبل الحق وہ سارے بیوقوف تھے کیونکہ انہوں نے میرٹھی تجویز کو مسترد کر دیا تھا
 (۲۲) خسار و خفیج مسلمانوں کے دلوں پر چھریاں چلتی تھیں وہ چاہتے تھے کہ میرزائیوں کو
 مار ڈالیں ناظم نے یہ بیجا حملہ بلا ثبوت کر دیا ہے (۲۳) امدی قل شہر مسلمانوں نے مسلح ہو کر
 حملہ کر نیکا ارادہ کر لیا تھا گویا وہ ڈاکو تھے۔ (۲۴) حمایت الا ناس وہ لوگ عقل کے اندھ
 تھے اور بالکل گمراہ تھے (۲۵) و ہم مقام وہ ایسے احمق تھے ان کی ایذا رسانی سے قادیان عقل مند
 بھی بچ سکے۔ ناظم نے ان بیجا حملوں سے ثابت کر دیا ہے کہ میرزائی بڑے شریف عقل مند اور امن خواہ
 ہوتے ہیں۔ اور مسلمان ڈاکو شرارتی بیوقوف اور نقص امن کے منوائے ہوتے ہیں۔ اور یہی حال ہے

اہل ہندو کی بھی ہے۔ مگر معلوم ہے کہ اس طرح کی رائے قائم کرنے سے کیا کیا نتائج پیدا ہو چکے ہیں۔ ناظرین خود اس کا جواب سمجھ سکتے ہیں۔

اشعار پیش کردہ میں ناظم کے ادبی سقم

۱۔ اے بڑا عجیب و غریب ہے کہ درختوں والی زمین نہ کہ ایک درخت والی زمین۔ الجند بھروا کی بجائے القوم
 جہاں و محاورہ ہے ۳۳۔ الی الجانب الغربی من المملک جائے تاکہ یاق کلام سے کچھ سمجھ
 میں آ سکے۔ ۳۴۔ مقام البحث کا بحث میں جیم مفتوح نہیں لایا گیا اور مجلس مناظرہ کو مقام
 البحث کہنا دوسری کمزوری ہے اور پھر مجلس مناظرہ کو ایک بن تصور کرنا سونے پر سہاگہ ہے کیونکہ
 بن میں انسان جمع نہیں ہوتے اور نہ ہی ان کا دامن قیام ہوتا ہے۔ ۵۔ الذنب یعوی کیا
 العضد نفرا سے اس کی ایک عجیب نکتہ آفرینی ہے کہ شیر اور بھیڑیا آپس میں مقابلہ پر آگئے ہیں ورنہ
 مشہور تو یہ ہے کہ شیر ڈھارنا ہے تو تمام درندے خاموش ہو جاتے ہیں۔ ۶۔ وقام ثناء للہ
 یہ فقرہ بے ضرورت دوبارہ ذکر کیا گیا۔ ۷۔ نہ مان البحث سے مراد تقریر کا وقت لینا
 قرین قیاس نہیں ہے۔ ۸۔ صحیحی تنفر و امیں کوئی وجہ مذکور نہیں کہ کیوں انکو تنفر
 پیدا ہوا۔ ۹۔ بعد تکرار میں پنجابی محاورہ کی ہوتی ہے۔ ۱۰۔ فی الصلہ میں
 سویشن اور خیر کا اجتماع ایک عجیب تصویر پیش کرنا ہے۔ ۱۱۔ سرا و امل قوم کی بجائے راوا
 قوم مد صیح ہو سکتا ہے مگر فصاحت سے پھر بھی بعید ہے کیونکہ قوم قادیان کا محاورہ و سنیاً
 نہیں ہوا۔ اس لئے سرا اہل مد مناسب تھا۔ ۱۲۔ المذ قد شہرہ کے مقام پر ایک
 تو وزن خراب ہو گیا ہے دو سر اللف جاننا کہ کیوں کہ اصل مقصد اس طرز عبارت سے ہے کہ سرائی
 القادیانیۃ ان اہل المذ قد شہرہ امدام علی الحد و مگر مصرع اپنا مطلب
 بیان کرنے سے قاصر ہے۔ ۱۳۔ اسرا منطقاً کا ترجمہ ایسی باتیں کہیں صرف قادیانی لٹریچر کا حصہ
 ہے۔ ورنہ کجا اسی اور کجا منطقاً۔ ۱۴۔ لاینبہ کی بجائے ماینبہ اختیار کرنا چہ معنی دار
 ہے۔ ۱۵۔ تو خیر الجبر محاورہ ہے مگر تو خیر الہوی قادیانیت کا اظہار بلیاقت ہے۔ ۱۶۔
 اشعرہ کی بجائے اشعر علی استعمال کرنا قادیانی غلطی ہے۔ ۱۷۔ شعر نمبر ۳۳ اس

عبارت کو نظم میں نہیں کہہ سکا کہ ان لسان المرء شہد بعور سراقہ - طرفہ کا اصل شعر یوں تھا کہ وان لسان المرء عالم یکن لہ: اصابة علی عور سراقہ لدلیل، مگر ناظم نے علی حرف جار کو اشعر کیا ساتھ لگا کر اپنے مبلغ علم کا بہتہ دیدیا ہے - ۱۸ - شعر ۳۳ نے اس عبارت کو اپنے ترجمہ کے مطابق ادا نہیں کیا کہ حتیٰ یعلم الناس انہ جہول انہ خذف کرنا کو نہیں عربیت ہے - اور کلام کا ترجمہ ان کاں کی فصاحت ہو - ۱۹ - ایسے کلام مقیم کو پیش کر کے اعجاز کا دعویٰ کرنا کمال خوش فہمی ہے -

(۵) اشعار کا اشعار کے ساتھ مقابلہ

ذیل میں چند جوابی اشعار پیش کئے جاتے ہیں کہ جن میں موضوع مد کے جملے مناظرہ کا صحیح منظر دکھایا گیا ہے - ناظرین خود اندازہ لگائیں کہ قاریانی تک بندی ان اشعار کے مقابلہ پر کہاں تک اپنی کمزوری ظاہر کرتی ہے

بیان مباحثہ مد

وَفِيهَا مِنْ أَشْجَارٍ رُوحٌ شَجِيحٌ

فَرِيقَانِ بَرِّسَانِ وَالْقَوْمُ يُنْظَرُ

يُنَاوِي ثَمَاءُ اللَّهِ وَالسَّيِّئُ سَرُورُ

بِتَكْدُنِيبٍ دَعْوَاهُ وَذَلِكَ يَسْلَمُ

وَذَلِكَ يَقْضِي أَنَّهُ أَهْلِيَّةٌ يُقَابَلُ

وَإِخْبَارُهُ بِالْغَيْبِ ذَكَانِ يُخْبِرُ

مِنْ الْبَهْلِيِّ حَتَّى حَصَصَ الْغَوْرِي

يُحَاذِي وَجُوهَ النَّاسِ فَالْقَوْمُ يُنْظَرُ

يَذُكَّرُ فِيهَا فَكَادَ يُغْفِرُ سِرًّا

كَلَامُ اللَّهِ الْعَالَمِينَ وَيُطَبَّرُ

الْأَنْكُرُ الْفَرَقَانِ وَفِيهَا تَهْنِكُ

۱- وَكَانَ مَجْدٌ سَرْمَدِيٌّ ذَاتَ سَرَاخَةٍ

۲- وَفَصَارَ الْجَعْلُ جَلَسَةً تَحْتَ ظِلِّهَا

۳- وَكَانَ لَهُ اسْمٌ عَلَى صَدْرِهِ جَلِيدٌ

۴- وَهَذَا يَهْمُ الْقَادِيَانِي مُعْصِلِنَا

۵- كَذَا كَانَ بِحُجِيِّ ذَا الْمَسِيحِ بِحُجِيِّ

۶- وَيَطْلُبُ هَذَا الصِّدْقُ فِرَاقَنَا

۷- وَيَبْدُلُ ذَا مَا كَانَ يَدْفَعُ كَرَاهَةً

۸- إِذَا قَامَ بَرٌّ وَشَرٌّ فِي الْبَرِّ مَعْصِفٌ

۹- فَاهْوَى إِلَى عَجَائِزِهِ فَوْقَ شَرْحِهِ

۱۰- تَلْفَعُهُ أَنْظَارُ قَوْمٍ مُدَايِرًا

۱۱- هَذَا أَلْفُ الْوَلَدَاتِ يَا سَيِّدَ الْهِنَا

وہ اشعار جو مد کے جملے مناظرہ کا صحیح منظر دکھایا گیا ہے۔ ناظرین خود اندازہ لگائیں کہ قاریانی تک بندی ان اشعار کے مقابلہ پر کہاں تک اپنی کمزوری ظاہر کرتی ہے۔

الیہ فانت الیوم بالکفر اجدا
 اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ لَنْخَسِرَنَّ
 وَلَا عَظَمَتْنَا فِی قُلُوبِکُمْ لَا تَهْوُوا
 وَلَا یَصْبِیْکُمْ مَا اقْتَرَفْتُمْ فَتَنْکَرُوا
 لِمَا فَاتٍ مِنْ اتِّبَاعِ مَنْ اَمَّنْ وَرَا
 فَانْهَوُا اِلٰی مَنْ اَبْعَدَ یُرْوَرَّا
 بِانْ ثَنَاءِ اللّٰهِ ذُنُوبٌ یُشَوَّرَّا
 بِتَحْرِیْشِ اَهْلِ الْمَدِّ مَا کَانَ یَقْصُرُ
 مَدَّاهُمْ سِیُوفٌ لِلنَّکَاۃِ تُشْهَرُ
 تَنْوِیْهِ شَهْمٍ عَضُّوْا عِظْمًا یُکْسَرُ
 بَلِّغْ اَهْلَ الْبَحْثِ وَاللّٰهُ یَبْصُرُ

نَبَذَتْ کِتَابَ اللّٰهِ ظَهَرَ مَذْبُوحًا
 یَذُلُّ عَلٰی کُفْرَانِکُمْ سَوْءُ فِعْلِکُمْ
 عَلَمًا بِانَ الدِّیْنَ لَا وَفَاةٌ لَّهٗ
 اِلَیْکُمْ لَیْکُمْ فَاتَّخِذُوا بِنَبِیِّکُمْ
 قُلُوْبًا ثَنَاءَ اللّٰهِ لِلْعُقُومِ مَا نِغَا
 وَلَیْکُمْ تَعْمُومٌ یَلْدُ خِصَامُهُمْ
 فِقَامٌ یَسْبُ الْعُقُومِ فِی لَشَعْرِ عَلِیَا
 اَوِ الْکَلْبُ اَوْ اَذْنَاهُ لَشَعْرٌ نَّاجِیَا
 کَذَا اَهْلُ مَدِّ مَنَ لِنَامٍ طَبَاعُهُمْ
 رَمَا بَسَامُ خُومٍ وَرَمَا حَمُّهُمْ
 فِهَذَا کَمَا قَدْ تَعْمَلُوْنَ خِیَاسَةً

(میرا اور جو تفسیر)

یَقْلَلُ، هَذَا وَذَلِكَ یُکْثَرُ
 یَخَاطِبُ فِیْهَا خِصْمَهُ وَ یَقْرَأُ

قَالَ الْبَحْثُ کَانَ فِی الْوَقْعِ جَارًا
 فَقَدْ سَمِعْتُمْ وَلَیْکُمْ لَکَلِّ دَقِیْقَةٍ

مختصر ترجمہ یہ ہے کہ موضع مدین ایک دارہ تھا جس میں سایہ دار درخت تھے جن کے نیچے جلسہ منعقد ہوا اور
 فریقین جو جن میں گج رہے تھے جو بدری احمد علی گکڑنی میر علی تھا اور مولوی شہزاد صاحب اور سرور شاہ
 آپس میں سوال و جواب کرتے تھے۔ نو پہاڑ بحث وقت پر چڑھ گئی سرور شاہ تقریر کا وقت ایک ایک گھنٹہ لیا جاتا تھا
 اور مولوی صاحب میں میں منٹ آخر میں پر ہی فیصلہ ہوا تو ایک تکذیب مرزا بدلائل میں کرنا تھا دوسرا اسکا
 اظہار حیرت کرنا تھا اس طرح ایک مسیح علیہ السلام کو بدلائل سے زندہ ثابت کرنا تھا دوسرا مردہ ایک صدق مرزا
 کی دلیل طلب کرنا تھا اور اس کی پیشگوئی کی صداقت کی۔ دوسرا اسکی مدافعت پر تمام طاقت خرچ کرنا تھا
 تاکہ حق ظاہر ہو جائے۔ تو اسی اثنا میں مولوی سرور شاہ جب تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو بدقسمتی سے قرآن مجید ہاتھ
 میں تھا۔ اس کو پس پشت دو ہاتھ میں پکڑ کر تھام لیا۔ تو لوگوں نے کہا کہ مولوی صاحب قرآن مجید کو پس پشت الٹے
 ہوئے تو کافر ہو گیا۔ سرور شاہ نے کھڑکی کے دیوار پر تیر خدا کی احنت ہو جاؤ ایسے نبی کے پاس قادیان میں جہاں دوزخ سے

نہایت زور شور سے کیا۔ منادی کرنے والے کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ اور اس کا رویہ نہایت اشتعال انگیز تھا۔ اس منادی میں کھلے لفظوں کے ساتھ علمائے کرام کو دعوت منظرہ دی گئی۔

میرزائیوں کیساتھ خط و کتابت

میرزائیوں نے ندائے حق کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا جس میں علمائے اسلام پر ناجائز الزام لگائے گئے۔ اس کے جواب میں "دعوت حق" کے عنوان سے سیکرٹری جماعت اسلامی کی طرف سے اشتہار شائع ہوا۔ بعد ازاں میرزائیوں کی طرف سے حسب ذیل تحریر موصول ہوئی۔

جناب مولوی ظہور احمد صاحب۔ السلام علیکم علی من اتبع الهدی۔ بشمولہ رقمہ ہذا اطلاقاً آپکی خدمت میں اتمام حجت کے لئے ارسال کیا جاتا ہے۔ ۳/۹

سیکرٹری انجمن احمدیہ محمد الدین کریم

سبحانک

باسمہ

صاحبان! عرصہ دراز سے علماء حنفیہ کی طرف سے جماعت احمدیہ پر ناجائز حملے کئے جا رہے ہیں۔ اتفاق سے آج کل علمائے جماعت احمدیہ میں سے چند متبیین تبلیغی جلسہ کے لئے بھیرہ میں لائے ہیں اس لئے ہم تمام متلاشیان حق کو عموماً اور بھیرہ کے صاحب وقار اصحاب کی خدمت میں خصوصاً اپیل کرتے ہیں کہ وہ حفظ امن کی باقاعدہ طور پر ذمہ داری اٹھا کر مولوی ظہور احمد صاحب گوی یا ان کے کسی نمائندہ کو تبادلہ خیالات کیلئے میدانِ عمل میں لائیں۔ بعد ازاں شیخیاں ماری فضول ہونگی۔ مؤرخہ ۳/۹

بہ۔ ۴۔ راہ متبہال کی خاتم تک فیصلہ ہونا لازمی ہوگا۔

نوٹ:- مندرجہ بالا اہتمون کی شہر بھیرہ میں منادی کرائی جا رہی ہے۔

پرنسپل اسٹنٹ جنرل سیکرٹری انجمن احمدیہ بھیرہ

اس کے جواب میں سیکرٹری صاحب تبلیغ جماعت اسلامیہ کی طرف سے حسب ذیل تحریر میرزائیوں کو بھیجی گئی۔

اتمام حجت

بنام سیکرٹری صاحب انجمن احمدیہ بھیرہ

السلام علی من اتبع الهدی۔ جناب کی طرف سے ایک اشتہار بعنوان دار
جلسہ شائع ہوا ہے اور سیکرٹری تبلیغ احمدیہ نے نئے حق کے نام سے اشتہار شائع
کیا ہے ابھی ابھی ایک اشتہار جناب سیکرٹری انجمن انصار اللہ احمدیہ موصول
ہوا ہے۔ ان ہر دو اشتہارات میں غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ اور اگر مگر
اور خوشنما الفاظ کی آڑ میں مناظرہ کرنے سے انکار و اقرار اور قرار کیلئے
راہیں محفوظ رکھی گئی ہیں۔ اس لئے بذریعہ تحریر نامہ جناب کو چیلنج دیا جاتا ہے کہ
اگر ہمت ہے تو اپنے علماء کو شیران اسلام یعنی علمائے اسلام کے سامنے لائے
کی جرات کریں۔ اور صاف لفظوں میں مناظرہ پر آمادگی کا اعلان کر دیں اور
مقام و شرائط کے تصفیہ کے لئے اپنے دو معتبر اشخاص نامزد کر دیں اگر
آپ نے ایسا نہ کیا۔ تو آپ کے فرار کی حقیقت عالم آہنکا راہ جو جائیگی چونکہ آپ کی
طرف سے زبانی چیلنج مناظرہ اہل اسلام کو ملت سے مل رہا ہے اسلئے حفاظت امن
کا انتظام وغیرہ بھی آپ کے ذمہ ہوگا۔ عبدالرحمن سیکرٹری تبلیغ جماعت اسلامیہ بھیرہ

اُسی روز حضرت مولانا ابوالقاسم محمد حسین صاحب کو ٹاٹا روڈ کی طرف سے حسب ذیل
اشتہار شائع ہو کر شہر کی دیواروں پر چسپاں ہو گیا۔

مرزا سمیت کی موت

جملہ میزائیوں کو اور خصوصاً میرزا نیاں بھیرہ کو واضح ہو کہ میں نے ستمبر
۱۸۸۸ء کے العدل میں ایک مکتوب مفتوح بنام میرزا محمود احمد صاحب قادیانی
شائع کیا تھا کہ میں مرزا کے اعلیٰ اشتہار دوبارہ لفظ "تو حق" کی دوسری
شق کے مطابق ثابت کر دوں گا کہ اس کے معنی جسم صمد کو ہیبت گزارنے
و صورت مجموعی اپنے قبضہ میں لے لینے کے ہیں۔ آپ میرے ساتھ
متصفانہ شرائط طے کرنے کے بعد فیصلہ کر لیں۔ لیکن میرزا سمیت علیحدہ

کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے بعد مختلف مواقع پر میرزائی مولویوں کو مناظروں میں فیصلہ کی دعوت دی گئی۔ مگر صلے برخواست۔ مارچ ۱۹۲۲ء کے رسالہ شمس الاسلام میں مکرر بعنوان "تمام حجت" اس مضمون کو شہر کیا گیا۔ لیکن میرزاؤں کی طرف سے کوئی آمادگی نہ ہوئی۔ العدل وشمس الاسلام کے کے پیچے بذریعہ رجسٹری خلیفہ قادیان کے پاس بھیجے گئے۔ پھر بھی انہیں مقابلہ کا حوصلہ نہ ہوا۔ حتیٰ کا رب ان کے دلوں پر مسلط ہو چکا ہے لہذا ان میں جرات نہیں ہے۔ کہ اس فیصلہ پر آمادہ ہوں۔ جملہ میرزاؤں کو لازم ہے۔ کہ اپنے خلیفہ کو اس فیصلہ پر آمادہ کریں۔ ورنہ سمجھ لیں کہ میرزائیت مرگئی لہذا اس کی تجہیز و تکفین کر کے میرے ہاتھ پر توبہ کر لیں۔ حجت تمام ہو چکی۔ خدا کے حضور میں تمہارے پاس کوئی عذر نہ ہوگا۔ اگر تمہارے مولوی جو قادیان سے آئے ہیں فیصلہ پر آمادہ ہوں تو فوراً بذریعہ تار اپنے خلیفہ سے اپنی نیابت کی تصدیق کرائیں۔ اور خلیفہ صاحب لکھدیں۔ کہ ان علماء کا ساختہ پرداختہ میرزاؤں پرداختہ ہے۔ ان کی فتح میری فتح اور ان کی شکست میری شکست ہے۔

ابوالقاسم محمد حسین عفی عنہ مولوی نبال اگر کو تو ناظر حال وارد

نوٹ:- چیلنج لفظ لٹینی کے متعلق ہے۔ سیکرٹری تبلیغ اسلامیہ کی طرف سے چیلنج منظر کا دیا گیا تھا اس کے لئے نیابت کی سند کی ضرورت نہیں اس لئے ہم ہر طرح سے تیار ہیں۔

میرزاؤں نے اس کے جواب میں جیلہ سازی اور نبال سٹول سے کام لینا چاہا۔ اور علمائے اسلام کو مسجد میرزاویہ میں شرائط کے تصفیہ کے لئے مدعو کیا۔ مگر انہی طرف سے دو نمائندگان منتخب نہ کئے۔ اس حالت میں حسب ذیل خط سیکرٹری تبلیغ جماعت اسلامیہ کی طرف سے نہیں بھیجا گیا۔

خدمت جناب جنرل سیکرٹری صاحب انجمن احمدیہ بمبئی
والسلام علی من اتبع الهدی جناب کا رفقہ موصول ہوا۔ جو اب انہاس ہے کہ

آپ نے اپنی طرف سے دو معتبر اشخاص نامزد نہ کر کے خواہ مخواہ معاملہ کو تاخیر میں ڈالنا چاہا ہے۔ آج بوقت منادی آپ کی جماعت کے افراد کالمواروں اور گھنوں سے مسلح ہو کر اشتعال انگیز الفاظ کہنا نہایت شرمناک و خطرناک حرکت ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ اپنی جماعت کو ایسی فسادہ حرکات سے باز رکھیں ورنہ اس کے نتائج کے آپ ہر طرح ذمہ دار ہونگے۔ اگر آپ واقعی تحقیق حق کے خواہشمند ہیں اپنی طرف سے دو نمائندوں کے اسماء سے مطلع فرمائیں۔ ہماری طرف مولوی محمد قاسم صاحب و مولانا مولوی ظہار احمد صاحب تصفیہ شرائط کیلئے منتخب کئے گئے ہیں۔ ان کا ساختہ پر داختم ہم سب کو منظور ہو گا۔ مسجد احمدیہ بحالات موجودہ بہت غیر موزون مقام ہے۔ کسی غیر جانبدار مقام کا تعین کر کے اطلاع دیں۔

عبدالرحمن سیکرٹری تبلیغ جماعت اسلامیہ بھیرہ۔ ستمبر ۱۳۳۷ھ

دوسرے دن صبح آٹھ بجے مسٹر ایم۔ ڈی کریم صاحب میرزائی مع اپنے چند ہمراہیوں کے مقام کا تصفیہ کرنے کے لئے جامع مسجد پہنچے۔ اور آ کر انہوں نے میان محمد رحیم صاحب و ردیشا نہ پراچہ کا جنگلہ واقع محلہ پراچگان بھیرہ میں گیارہ بجے دن ہینچکر شرائط کا تصفیہ کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ عین گیارہ بجے دن حکام جمع مولانا مولوی محمد قاسم صاحب مقام مقررہ پر پہنچ گیا۔ مگر میرزاؤں کی طرف سے صرف ایم۔ ڈی کریم صاحب پہنچے۔ اور ان کے ساتھ ہی بابو محمد امین پراچہ میرزائی محلہ پراچگان کے سربراہ آدودہ و معزز اشخاص کو ہمراہ لیکر پہنچا۔ تمام پراچوں نے بالاتفاق درخواست کی کہ مناظرہ میں فساد کا احتمال ہے۔ اور مسلمانوں کے آئینہ امن و چین کی زندگی پر اس کا برا اثر پڑے گا۔ اس لئے مناظرہ کو ملتوی کیا جائے۔ ابو محمد امین پراچہ جو پیش رویش سے ان کی وکالت کر رہا تھا۔ خاکسار نے کہا کہ قادیانیوں نے جو چیلنج دیا ہے اس کے قبول کرنے کے لئے ہم مجبور ہیں۔ اس لئے اگر ایم۔ ڈی کریم صاحب ان کی طرف سے اس چیلنج کو واپس لے لیں تو میں بخوشی التوا مناظرہ پر رضامند ہو سکتا ہوں۔ اس پر ایم۔ ڈی کریم صاحب نے میرے اس بیان کی تردید کی۔ اور کہہ دیا کہ جماعت اسلامیہ کا رُطوبہ سے دبا گیا ہے۔ اور جماعت احمدیہ کا اس میں کوئی

قصور نہیں۔ اس پر ایم ڈی کریم کی تحریر (جس کی نقل پہلے درج ہو چکی ہے) اُسے دکھائی گئی جس پر اس نے غیر متعلق سلسلہ گفتگو شروع کر دیا۔ خاکسار نے کہا کہ ایم ڈی کریم صاحب صرف یہ لفظ لکھ دیں کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے صلح نہیں دیا گیا۔ مگر اُس نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ اور اپنی طویل تقریر میں علماء کرام اسلام پر تفرقہ اندازی و فرقہ بندی کا الزام عائد کیا۔ اور رسالہ شمس الاسلام میں حیات مسیح علیہ السلام و نزول میرزا میں شائع شدہ مضامین کا حوالہ دیا جس کے جواب میں خاکسار نے تمام معززین کے سامنے حسب ذیل تجویز پیش کیں :-

۱۔ اہل اسلام کی طرف سے میں ذمہ لیتا ہوں کہ آئندہ مجھ پر کوئی جلسہ ایسا نہ ہوگا اور کسی جگہ کوئی ایسی تقریر نہ ہوگی جس میں حیات مسیح علیہ السلام ختم نبوت یا کذب میرزا کا ذکر ہو۔

نیز رسالہ شمس الاسلام میں بھی آئندہ ایسے مسائل پر کبھی بحث نہ ہوگی۔

بشرطیکہ

ایم ڈی کریم صاحب تمام میرزائیوں کی طرف سے اس بات کا ذمہ لیں کہ وہ کبھی مجھ پر کوئی جلسہ ایسا نہ کریں جس میں وفات مسیح علیہ السلام، اجوائے نبوت یا صداقت دعاوی میرزا کے متعلق تقاریر ہوں۔ اور کوئی میرزائی آئندہ ان مسائل پر کسی سے جھگڑا نہ کرے یا میرزا کے اخبارات و رسائل بھی ان اختلافی مسائل کے تذکرہ سے پاک رہیں گے

خاکسار کی اس تجویز کو معززین قصبہ نے بجا پسند کیا۔ مگر ایم ڈی کریم صاحب نہایت گھبرائے۔ اور کہنے لگے کہ ہم سے ایسا کبھی نہ ہوگا ہم اپنے عقاید کی ضرورت تبلیغ کریں گے خاکسار نے عرض کیا کہ نہ ہر کار اندر دور کریں گے لہذا تریاق کا ہوا ضروری ہے۔ اسلئے ہم مجبور ہیں کہ مدافعات کارروائی کے ذریعہ میرزائیوں کی زہریلی تبلیغ کے اثرات مسلمانوں کو محفوظ رکھیں۔ اس گفتگو سے فریب خوردہ اشخاص پر میرزائیوں کی اتحاد پسندی کی حقیقت ظاہر ہو گئی۔ اور میرزا کیساتھ شرائط مناظرہ طے کرنے کے لئے حکیم شاہ محمد صاحب رئیس اعظم شیخوپورہ کاملاً توجہ دیا جہاں بعد وہ پہرہ بجے خاکسار اور مولانا محمد قاسم صاحب نے میرزائیوں کے نمائندوں ایم ڈی کریم

اور مولوی عبدالعزیز کا انتظار کیا۔ ۱۲ بجے میزرائیوں کے نمائندے وہاں پہنچے۔ اور شرائط مناظرہ طے کرنے کیلئے گفتگو شروع ہوئی

عبدالعزیز نے منابت ہی اشتغال انگیز۔ دلائل اور گستاخانہ رویہ اختیار کیا۔ اور اگر ایم ڈی کریم صاحب مصلحت اندیشی سے کام نہ لیتے تو یقیناً یہ تمام گفتگو بے نتیجہ رہتی۔ اس عرض میں میزرائیوں نے اپنے مناظر مولوی محمد سلیم کو بھی بلا لیا۔ اور چار گھنٹہ کی مسلسل بحث کے بعد حسب ذیل شرائط پر فریقین کے نمائندوں نے دستخط کر دیے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ وَنُصَلِّیْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

شرائط مناظرہ مابین جماعت اسلامیہ احمدیہ و جماعت اسلامیہ بھیسرہ۔
(۱) مناظرہ تقریری ہوگا۔

(۲) موضوع مناظرہ

۱۔ حیات مسیح (ع) علیہ السلام۔

۲۔ ختم نبوت

۳۔ صداقت دعویٰ نبوت میرزا غلام احمد صاحب

(۴) پہلے ہر دو مناظرہ میں مدعی جماعت اسلامیہ ہوگی۔ تیسرے مناظرہ میں مدعی جماعت اسلامیہ احمدیہ ہوگی۔

(۵) ہر مناظرہ کے لئے کل وقت تین تین گھنٹہ ہوگا۔ پہلی تقریریں نصف نصف گھنٹہ بقیہ تقاریر آخر تک پندرہ پندرہ منٹ ہوں گی۔ اگر ضرورت پیش آجائے تو ہر طرفہ گھنٹہ کے بعد دس منٹ کا وقفہ دیا جائیگا۔

(۶) ہر ایک طرف سے ایک ایک صدر ہوگا جو اپنے اپنے فریق کے حفظ امن کا ذمہ دار ہوگا۔ اور اس کا فرض ہوگا کہ وہ مناظرین سے شرائط کی پابندی کرائے

واللہ اعلم بالصواب مجدد و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے پیش ہوں گے۔ اقوال مرزا صاحب جماعت احمدیہ کے لئے حجت ہوں گے اور اقوال امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جماعت اسلامیہ کے خلاف

احمدی مناظر اپنی تائید میں پیش کر سکتا ہے۔

(۶) پہلا مناظرہ بروز دوشنبہ بتاریخ ۹؎ ۲۳؎ ستمبر ۱۳۲۷ء صبح آٹھ بجے سے گیارہ بجے تک ہوگا۔ دوسرا اسی دن ساڑھے تین بجے شروع ہوگا۔ نماز عصر کے بعد نصف گھنٹہ کا وقفہ ملائے پانچ بجے سے دیا جائیگا۔ تیسرا مناظرہ ۱۴؎ ستمبر ۱۳۲۷ء صبح آٹھ بجے سے گیارہ بجے تک ہوگا۔

(۷) خلافِ تہذیب و کلمات توہینِ در شانِ بزرگاں سے اجتناب کرنا ہر مناظر کا فرض ہوگا۔

(۸) آخری تقریر کے اختتام تک فریقین کے اصحاب ذمہ دار کا ٹھکانا لازمی ہوگا۔

(۹) اپنی آخری تقریر میں کوئی مناظرہ فی بات پیش کرنا مکاحضار نہ ہوگا۔

نہور احمد بگویی۔ منجانب
بقلم محمد عبدالعزیز اعجاز (مولوی فاضل)
جماعت اسلامیہ۔ بحیرہ ۳۲-۹-۶۴
منجانب جماعت احمدیہ بحیرہ۔ ۲۳؎ ۹؎
محمد قاسم۔ منجانب جماعت اسلامیہ
بقلم خورشید ایم ڈی کریم احمدی۔
بحیرہ ۲۳؎ ۹؎

شریطہ کی توضیح
اسیہ زانیوں نے اصرار کیا کہ ہماری جماعت کا نام جماعت اسلامیہ احمدیہ ہے۔ اس لئے اُن کے زعم کی بنا پر ان کی جماعت کا نام جماعت اسلامیہ احمدیہ تحریر کیا گیا مگر افسوس ہے کہ محمد سلیم قادیانی نے اسی روز بعد نماز مغرب اپنے جلسہ میں اعلان کیا کہ علماء اسلام نے ہمارا اہل اسلام میں سے ہونا تسلیم اور اس طرح میزبانت کو پہلی عظیم الشان فتح حاصل ہو چکی ہے۔ میرزا زانیوں نے اس پر بے انتہا مسرت کا اظہار کیا۔ جس میں عقل و دانش بیابان گرست۔ علماء اسلام کو اس واقعہ سے عبرت حاصل کر کے میرزا زانیوں کیساتھ خط و کتابت کرتے ہوئے احتیاط سے کام لینا چاہئے۔

۴۔ میرزا غلام احمد قادیانی سے پہلے سرسید احمد خاں علی گڑھی نے حیاتِ مسیح علیہ السلام کا انکار کیا تھا۔ اور اپنی کتابوں میں وضاحت کیساتھ اس اسلامی عقیدہ کی تردید میں زور قلم صرف کر دیا تھا۔ بہاء الدین نے بھی وفاتِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ اختیار کر کے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ میرزا صاحب سرسید اور بہاء الدین کی کتابوں کا مطالعہ کر کے اُن کے کفر کو

دلائل کو ترتیب دیکر وفاتِ مسیح علیہ السلام ثابت کرنیکی سعی کی۔ اور بہار احمد کے نقش قدم پر چل کر مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو اگر فوت شدہ تسلیم کیا جائے تب بھی مسیحیت کے دود دعویٰ دار بہار احمد، میرزا غلام احمد میں باہمی رکشی باقی رہ جاتی ہے۔ وفاتِ مسیح کے اثبات و میرزا کی صداقت کا کوئی تعلق نہیں۔ میرزا کی شخصیت کو بے نقاب ہونے سے بچانے کیلئے اس مسئلہ سے پرکام لیا جاتا ہے۔ میرزائی ہمیشہ قوفی۔ سر فح۔ توفیتی۔ وغیرہ الفاظ کی آڑ لیکر اور قرآن کی آیات سے مخاطبہ دیکر اصل حقیقت پر پردہ ڈالنے کے عادی ہیں جلاکو مسیح علیہ السلام کی حیات و ممات سے میرزا کی دعاوی کا کوئی تعلق نہیں۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ میرزا صاحبِ سلمان نہ تھے۔ بلکہ وہ انسانیت کے عام معیار پر بھی پورے نہیں اترتے۔ مسیح موعود کیلئے کم از کم مسلمان ہونا ضروری ہے۔ میرزائیوں کا فرض ہے کہ انہیں پہلے مسلمان ثابت کریں۔ اس کے بعد مہدویت و مسیحیت وغیرہ کے دعاوی پیش کریں۔

بمیرہ میں میرزائیوں سے کہا گیا تھا کہ طولِ کلام سے بچنے کے لئے صرف دعاوی میرزا پر مختصر مناظرہ ہو جائے۔ اور اگر میرزا صاحب کو آپ راستباز اور صادق ثابت کر دیں تو اجراءِ نبوت اور وفاتِ مسیح علیہ السلام تسلیم کرنے میں کوئی غدر نہ ہوگا۔ مگر انہوں نے اس سے صاف انکار کر دیا۔ اور حیات و مماتِ مسیح علیہ السلام کو ہی موضوعِ مناظرہ قرار دینے پر اصرار کیا۔ بالآخر حیاتِ مسیح علیہ السلام ختم نبوت اور صداقتِ دعاوی میرزا ہر سہ امور پر مناظرہ ہونا قرار پایا۔

۳۔ میرزائیوں نے تحریری مناظرہ پر اصرار کیا۔ مگر اس سے عوام الناس کما حقہ مستفید نہ ہو سکتے تھے۔ اس لئے بحث و مباحثہ میرزا عبد اللہ اعجاز سے طے پایا کہ رسالہ شمس اللہ کا نام بمیرہ لکھا جائے۔ تحریری مناظرہ کے لئے اپنے کسی جریدہ کو گناہہ کریں گے۔ اور عبد اللہ صاحب نے رسالہ شمس الاسلام میں شائع شدہ مضامین کی تردید کا ذمہ لیا۔ مگر انہوں نے آج تک اپنے وعدہ کا ایفا نہیں کیا۔ اور مناظرہ سے کچھ عرصہ بعد مبارک احمد صدر جماعت احمدیہ نے اس طریقہ سے تحریری مناظرہ کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

۴۔ اہلسنت والجماعت عقائد کے بارہ میں قرآن مجید، احادیث صحیحہ کو اصل قرار دیتے ہیں۔ عقائد کیلئے صحیح مبیات قرآن مجید اور حدیث صحیحہ کے بغیر کوئی اور قرار دینا کفری

نہ اگر اہی اور ضلالت ہے۔ ہمارے نزدیک بزرگ وہ ہے جس کا عقیدہ صحیح ہو۔ مگر مرزائی ہم
 سے منوانا چاہتے تھے کہ عقیدہ صحیح وہ ہے جو کسی بزرگ کا ہو۔ ہم حیران تھے کہ استدلال کے طور
 پر اقوال بزرگاں پیش کر نیے میرزائیوں کا کیا مقصد ہے۔ مگر حالات و واقعات نے بتا دیا کہ بزرگاں
 کے عام لفظ سے فائدہ حاصل کر کے تھو۔ پھتو۔ اور کوڑی شاہ و گنڈا شاہ کے اقوال پیش کر کے
 اور بعض مسلمہ بزرگ ہستیوں کے اقوال کو توڑ موڑ کر اور بعض صوفیائے کرام کے شطحیات پیش
 کر کے یہ جماعت عوام کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ حالانکہ عقائد کے بارہ میں قرآن و
 حدیث صحیح کے سوا اور کسی چیز کا ذکر ہماری کتب عقائد میں نہیں ہے۔ عقیدہ وہی صحیح ہو سکتا
 ہے جو کسی معصوم کا ہو۔ ہم اولیاء امد کو معصوم قرار نہیں دیتے۔ اور شطحیات کی بنا پر کوئی عقیدہ
 قائم کرنا میرزائیوں کا بھی کام ہو سکتا ہے امام الصوفیہ حضرت مجدد العبدانی سرمدی رحمۃ
 اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء امد کا کشف حجت نہیں۔ بلکہ فرمایا "ما رانص و رکاز است نہ نص"
 بعض بزرگان دین سے حالت سکر میں بعض کلمات سرزد ہوئے مگر ہوش میں آنے کے بعد
 فرمایا کہ جب ہم ایسے الفاظ کہیں تو ہمیں روک دیا کرو۔

فقہ میں امام ابو حنیفہ اور تصوف میں صوفیائے کرام اور منطق میں شیخ الرئیس وغیرہ
 کے اقوال پیش ہو سکتے ہیں۔ مگر عقائد کے بارہ میں کسی کا قول اہلسنت پر حجت نہیں ہو
 سکتا۔ جب تک اس قول کی تائید ہمیں قرآن اور حدیث صحیح سے نہ ملے۔ میرزائیوں نے
 تین گھنٹہ انکیشیں طالع کر دیے۔ وہ چاہتے تھے کہ قرآن و حدیث اور اقوال بزرگاں ہر سہ
 سے استدلال کرنے کا موقع مل سکے۔ مگر انہیں کہا گیا کہ اگر تم تحریر کرو کہ قرآن و حدیث ہمارے
 دعاوی کے ثبوت کیلئے کافی نہیں ہیں تو ہم تمہاری ہر استدعا قبول کر سکتے ہیں۔ مگر ایسا
 لکھنا ان کے لئے پیام موت ثابت ہو رہا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ خفیوں کے لئے
 اپنے امام کا قول حجت ہو۔ ہم نے کہا کہ فقہ میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہم مقلد ہیں
 مگر عقائد کے بارہ میں آپ انکا کوئی قول کسی قرآنی یا حدیثی دلیل کی تائید میں پیش کریں تو ہم تسلیم
 کر نیسکے لیتے ہیں۔ میرزائیوں نے کہا کہ اقوال بزرگاں تمہیں منظور نہیں تو تم کو اقوال میرزا پیش
 کرنے کا بھی حق نہیں ہو سکتا۔ خاکسار نے ان کی غلط فہمی رفع کر نیسکے لکھا کہ "آپ اگر تحریر کریں

مگر میرزا صاحب صرف بزرگ تھے۔ نبی نہ تھے تو ہم اقرار کرتے ہیں کہ ان کی کتب سے کوئی حوالہ پیش نہ کر سینگے۔ اور اگر وہ نبی تھے تو نبی کا قول اپنی امت پر حجت ہوتا ہے۔ اس لئے آپ کو ان کے اقوال تسلیم کر نہیں کوئی عذر نہ ہونا چاہئے۔ اس پر میرزا بیہوش ہو گئے۔

۵۔ آخری شرط میں میرزا یوں کے پیش کردہ الفاظ یہ تھے۔

”آخری تقریر کے اختتام سے پہلے فریقین میں سے جو فریق اٹھکر چلا جائے گا وہ شکست خوردہ سمجھا جائیگا۔ مگر اس سے پہلو مناظرہ مجھ کا میں اس شرط کی حقیقت آشکارا ہو چکی تھی مسلمانوں کے مجمع میں سے کچھ دہاتی جو دور دراز سے آئے تھے اپنے گھروں کو واپس جانیکے لئے بیکرا تھے۔ سورج غروب ہونے والا تھا۔ مگر میرزا یوں کا یہ اصرار تھا کہ اگر آپ کی جماعت کا ایک آدمی بھی چلا گیا تو آپ کی شکست سمجھی جاسیگی۔ صدر جلسہ حضرت علامہ محمد عین الدین امیری نے بار بار کہا کہ یہ لوگ ثالث کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور فریق سے حضرات علمائے کرام ہی مراد ہو سکتے ہیں مگر میرزا یوں نے کہا کہ شرط میں ذمہ دار کا لفظ موجود نہیں۔ ہم نے بحیرہ میں سابقہ تجربہ کی بنا پر ذمہ دار اصحاب کے الفاظ اس شرط میں درج کرائے۔

ستمبر کی صبح

۵ ستمبر ۱۹۳۲ء صبح آٹھ بجے سے پہلے اہل اسلام میدان مناظرہ میں پہنچ گئے۔ وہاں بیڈ کانسلٹل صاحب ایک پروانہ لئے ہوئے پہنچے جس میں مناظرہ کے التوا کا حکم درج تھا۔ میرے استفسار پر ایم ڈی کریم صاحب اور تمام مجمع کے سامنے بیڈ کانسلٹل صاحب نے اعلان کیا کہ ”احمدی صاحبان ہمارے پاس صبح سویرے یہ استدعا لیکر گئے تھے کہ ہمیں نقص امن کا خطرہ ہے۔ اس لئے پولیس اپنی کارروائی کیلئے مجبور ہے۔“ میرزا یوں میں باہمی تو تو میں میں شروع ہو گئی۔ ایم ڈی صاحب کارنگ فق ہو گیا۔ اور مجمع بادل ناخو استہ نشتر ہو گیا۔ اور ذمہ دار حضرات کا ایک فندب اسپیکر صاحب سے ملا۔ اور انھوں نے حالات کو مطلع ہو کر مناظرے کی اجازت دیدی۔ اور اس طرح میرزا بی بی سازش میں ناکام رہے۔

پہلا مناظرہ

۵ ستمبر ۱۹۳۲ء بعد نماز ظہر ۳ بجے حضرت سجان شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ کے سامنے بنگلہ حضرت پیر انور امیر شاہ صاحب کے چوہرہ پر

ہر دو فریق کے لئے اسٹیج تیار کئے گئے اور سامعین کیلئے وسیع میدان موجود تھا۔ مگر میزائیوں نے جو تہ سے نیچے میدان میں اپنا اسٹیج منتقل کر لیا۔ اس طرح اُن کا زیر نظر جوائنیک علامت سمجھی گئی۔ میزائیوں کی طرف سے صدر حافظ مبارک احمد صاحب پر ولیبر مدرسہ احمدیہ قادیان منتخب ہوئے۔ اور اہل اسلام نے خاکسار کو صدر منتخب کیا۔ حافظ مبارک احمد صاحب نے کھڑے ہو کر کہا

مبارک احمد۔ اہلسنت کی طرف سے مناظرہ کون کریگا؟

خاکسار۔ ہماری طرف سے حضرت مولانا ابو القاسم محمد حسین صاحب کو لو تارڑ وی مناظرہ ہوگا۔ مبارک احمد۔ ہماری دیرینہ آرزو تھی کہ مولوی ظہور احمد صاحب کے ساتھ ہوتا۔ کیونکہ انکی علمی حیثیت مسلمانوں میں سہمہ ہے۔ اور ان کے ساتھ مناظرہ کر نیسے حق و باطل میں امتیاز ہو جاتا۔ مگر کیا وجہ ہے کہ مولوی صاحب مناظرہ سے گریز کر رہے ہیں؟

خاکسار۔ ہماری بھی یہ دیرینہ آرزو تھی کہ میاں محمود احمد صاحب کب ساتھ مناظرہ ہوتا۔ کیوں کہ وہ جماعت قادیان کے مسلک خلیفہ ہیں۔ ان کے ساتھ مناظرہ کر نیسے احقاق حق میں مدد ملتی۔ کیا آپ کو میدان مناظرہ میں لاسکتے ہیں؟

مبارک احمد۔ (نہایت غصہ کی حالت میں) آپ کا کیا حق ہے کہ پچاس لاکھ احمدیوں کے مسلمان خلیفہ کو اپنے مقابلہ میں بلائیں؟

خاکسار۔ آٹھائے نادار فقر موجودات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے خاک پا ہونے کی حیثیت سے میرا تہ اس قدر بلند ہے کہ میز احمدی میرے مقابلہ میں کھڑا ہونے کی جرات نہیں کر سکتا۔ ابو جہل کو قتل کر نیوالے دو کم سن لڑکے تھے۔ رستم ایرانی کو قتل کرنے والا ایک بدوی تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ امت اسلامیہ کا ہر فرد کفر کے علمبردار بننے کے لئے پیام موت ثابت ہو سکتا ہے۔

مبارک احمد نے اپنی تقریر و تحریر میں میزائیوں کی تعداد مناظرہ بھیرہ میں پچاس لاکھ بتائی ہے۔ میزائیوں کی صحیح مقدار کے متعلق گذشتہ صفحات پر لکھا جا چکا ہے۔ قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میزائیوں کا مناظرہ جھوٹ بولنے میں کیسے مشاق ہوئے ہیں۔

اس پر مبارک احمد صاحب نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر ان کے میرزائی دوستوں نے انھیں خاموشی کی تلقین کی۔ اور میں بجکر چالیس منٹ پر حضرت مولانا ابوالقاسم صاحب نے حیاتِ مسیح علیہ السلام پر تقریر شروع کی۔ مولانا کی تقریر اس قدر واضح، مدلل اور دلچسپ تھی کہ تمام حاضرین فرط مسرت سے جھوم رہے تھے۔ مولانا کی چھ تقریریں ہوئیں۔ اور میرزائی مناظر مولوی محمد سلیم کی پانچ ہوئیں۔ تمام تقاریر کا خلاصہ اسی کتاب میں بطور ضمیمہ درج ہے۔ محمد سلیم قادیانی کی آخری تقریریں آندھی کا طوفان آیا، مگر خدا کے فضل و کرم سے اسلامی اسٹیج اس کے اثر سے محفوظ رہا۔ میرزائیوں کے چہرے گرد آلود ہو گئے۔ اور ان کے مناظر کا منہ مٹی سے بھر گیا۔ ان کا سایہ بان اکھڑ گیا۔ ان پر بدحواسی کا عالم طاری تھا۔ حاضرین نے جنگِ خندق والا سماں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ بجے شام میرزائی اپنی سر و سینہ اور منہ سے گرد بھاڑتے ہوئے گھروں کو سیدھا رہ میرزائیوں نے تمام رات دعا اور عبادت میں گزاری تھی۔ اور صدقہ و خیرات سے بھی کام لیا۔ مگر آج کی واضح شکست اور ان کے مایہ ناز مسلک کی حقیقت واضح ہونے پر ان کی مکرہت ٹوٹ گئی۔ مسجد میرزائیہ میں مغرب و عشا کی اذان بھی دینے کی توفیق نہ ہوئی۔ اور تمام رات نہایت کرب و اضطراب سے بسر کی۔ حاضرین پر میرزائی مذہب کی حقیقت واضح ہو گئی۔ اور یہی علیہ السلام کی حیاتِ قرآن و حدیث اور مکتباتِ میرزائیہ سے مولانا ابوالقاسم صاحب نے اس قدر وضاحت سے ثابت کی کہ ان کے دلائل کا میرزائی مناظر کوئی جواب نہ دے سکا۔ مناظرہ کے اختتام پر ایم ڈی کریم اسسٹنٹ سیکرٹری انجمن میرزائیہ بھیرہ نے اقرار کیا کہ حیاتِ مسیح ثابت کرنے میں مولانا کو زبردست کامیابی ہوئی ہو۔ اور اس نے مولانا کو اس کامیابی پر مبارک باد دی

دورانِ مناظرہ میں صدرِ جماعت میرزائیہ نے لفظ میرزائی کے استعمال سے اسلامی مناظر کو روکنا چاہا مگر مولانا محمد صبح نے فرمایا: ”کہ تم میرزائی ہو۔ تمہارے نبی کا نام خدا نے الہام میں میرزا بتایا ہے۔ اسے الہام ہوا تھا۔ منفرح لاک یا مایہ نرا۔“ میرزائی مناظر قرآن کی آیات غلط پڑھتا تھا۔ اور اس کی آخری تقریر نہایت ہی مہمل تھی۔ بدحواسی کے آثار اس کے چہرہ پر رونما تھے۔ خدا کی قبر کا نشان یعنی آندھی مٹی سے اسکو منہ کو پر کرنے میں مصروف تھی۔ چہرہ خاک آلود تھا۔ میرزائی مناظر نے دشمنینِ بگڑی سسر پر باندھ رکھی تھی۔ اور دائرہ بھی کٹی ہوئی تھی۔ اس کا رویہ نہایت

ہی دل آزار تھا۔ اس نے صاف الفاظ میں کہہ عیسیٰ علیہ السلام کیا بلا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ توہین سن کر قریب تھا کہ مجمع جو ش غضب بے قابو ہو جاتا۔ مگر خاکسار نے لوگوں کو صبر و تحمل کی تلقین کی۔

دوسرا مناظرہ

مورخہ ۶ ستمبر صبح ۱۰ بجے ختم نبوت پر مناظرہ کا آغاز ہوا اسلامی مناظر مولانا ابوالقاسم محمد حسین کوٹاڑوی صاحب نے ۱۸ آیات قرآنہ۔ دس احادیث صحیحہ۔ اور دو اقوال میرزا سے ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ میرزائی مناظر کی امداد کیلئے اسی روز ملک عبدالرحمن خادم قادیان سے پہنچ گیا تھا۔ میرزائی چاہتے تھے کہ کسی طرح کوئی فرار کار راستہ نکالیں۔ مگر مولانا ابوالقاسم نے دلائل کے زبردست شگفتہ میں انھیں جکڑے رکھا۔

مبارک احمد نے دعویٰ کیا کہ میں نوح مجسم ہوں۔ یہ سن کر مولانا مولوی اسماعیل صاحب المانی کوٹے ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ تمام میرزائی مولوی اہل کراچی عبارت کی ترکیب کر دیں۔ ورنہ دعویٰ علم سے مجمع کے سامنے تو بہ کریں جلاء سرجل علی باب نحوی فقری الباب فخریج الصبی فقال اباک ابوک ابيک قال لا ولی۔ تمام میرزائی اس کے جوہر عاجز آگئے اور اپنا سامان سروں پر اٹھاتے ہوئے اپنی گھروں کو چلے گئے۔

تیسرا اور آخری مناظرہ

مورخہ ۶ ستمبر ۱۳۲۷ء بعد نماز ظہر میرزا زبیر علی خاں کی طرف سے آخری اور فیصلہ کن مناظرہ دعاوی میرزا کے متعلق تھا اس میں میرزائی مدعی تھے اس لئے پہلی اور آخری تقریر کا حق انھیں حاصل تھا۔ محمد سلیم صاحب کی کرمیت ٹوٹ چکی تھی۔ اور میرزاویوں نے ملک عبدالکریم خادم گجراتی کو اپنی طرف سے مناظرہ مقرر کیا۔ اہل اسلام کی طرف سے حضرت مولانا ابوالقاسم محمد حسین صاحب نے حسب سابق نہایت قابلیت سے حق نمائندگی ادا کیا۔ عبدالرحمن خادم نے غش کلامی۔ دریدہ دہنی اور گندہ مذاقی کا ثبوت دیا۔ اور حقائق کا منہ چڑانے اور جی بھر گالیاں دینے سے اپنی شکست کا بدلہ لینا چاہا۔ اُسے کئی دفعہ روکا گیا۔ مگر وہ اپنی عادت سے مجبور تھا۔ اس نے تمام سامعین کو جن میں معززین بھی موجود تھے بھانڈا اور میراثی کندیا۔ اس پر

عظیم الشان مناظرہ ہوا۔ اور مولانا محمد حسین صاحب فاتح قادیان کی بصیرت
افروز اور قادیانیت شکن تقریر نے میرے دل کے قفل کو کھول دیا۔ اور میں نے اس کے
بعد کھلے بندوں اعلان کرنے کا مقصود ارادہ کر لیا۔ تاکہ اور بھائیوں کو بھی ہدایت ہو۔ لیکن
میرزا فی پو میرے پیچھے پڑ گئے اور ہر جائز و ناجائز طریقہ سے مجھے اسلام قبول کرنے سے باز
رکھا۔

میں یہ سمجھتا تھا کہ جب تک میرزا اُبت کا جوا اُتار نہ دینگوں گا شفاعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سے محروم رہوں گا۔

پس میں نے بیکسی لالچ کے غصہ خوفِ خدا اور رسول کی وجہ سے جامع مسجد
میں جا کر صراطِ مستقیم اختیار کیا۔

میرزا فی دوستوں کے مخالفوں کو دور کرنے کیلئے اصل کار و بیعت کی نقل پیش کرنا ہوا

نقل مطابق اصل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کی درخواست بیعت
موصول ہوئی۔ خلیفۃ المسیح الثانی اید اللہ تعالیٰ
نے اُسے قبول فرما کر آپ کی استقامت کے لئے
اور دینی دنیاوی بہتری کے لئے دعا فرمائی
اور ارشاد فرمایا کہ آپ اس پر عمل کریں
احمدیوں سے میل جول رکھیں
انشاء اللہ رشتہ بھرا مل جائے گا۔

دستخط پرائیوٹ سیکرٹری

فضل داد عفی اللہ عنہ

تھرا

المس

مناظرہ بھیرہ پیغمبر مسلم اصحاب کی آراء

میں تصدیق کرتا ہوں کہ مناظرہ جو کہ احمدی صاحبان کی طرف سے بھیرہ میں مورخہ ۶/۹/۳۲ء کو مولوی صاحب محمد سلیم احمدی - اور مولوی محمد حسین صاحب جماعت اہلسنت کی طرف سے مقرر تھے۔ ذیل کے مضامین پر ہوا۔

(۱) حیات و طاعت مسیح علیہ السلام

(۲) ختم نبوت

(۳) صداقت مرزا

بر دلائل ثابت کیا اور مولوی سلیم صاحب کو ان دلائل کے توڑنی کی جرات نہ ہو سکی۔

بھیرہ۔

(پادری) سندر داس۔

احمدی سنی مناظرہ

مورخہ ۱۵ اور ۱۶ ستمبر کو پیر صاحب کے تبرک روز پر علمائے سنی اور احمدی صاحبان کے درمیان چند مذہبی مسائل پر مناظرہ منعقد ہوا۔ حاضرین کی تعداد کئی ہزار انخاص پرشکل تھی۔ جن میں ہندو سکھ - عیسائی - وغیرہ ہر فرقہ کے اصحاب شامل تھے۔

مضمون مباحثہ (۱) حضرت مسیح کی موت (۲) مسئلہ نبوت - (۳) اور صداقت مرزا تھے۔ احمدی صاحبان کی طرف سے قادیان وغیرہ جگہ سے پانچ یا چھ مولوی بجنہ رضی شریعت تشریف لائے تھے۔ اور سنی صاحبان کی طرف سے مولوی طور احمد صدیقی مناظرہ کے علاوہ مولوی محمد حسین و دیگر حضرات مضامین پر بحث کر رہے تھے۔

چونکہ بندہ عربی زبان سے ناواقف تھا اس لئے تمام دلائل کو کا حق سمجھنے سے قاصر رہا۔ البتہ مولوی محمد حسین صاحب جو سنی حضرات کی طرف سے سوالات کا جواب دے گئے تھے

اپنا حق نہایت قابلیت سے ادا کر رہے تھے۔ میرے خیال میں تمام سوالات اور اعتراضات کا پر دلائل پر تائید اور بر تہذیب پر ایہ سے جوابات دے رہے تھے۔ مجھے ان کے جوابات سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک نہایت ہی فاضل ایڈوکیٹ ہائی کورٹ جج کے سامنے بحث کر رہے ہیں۔ بھیرہ ہلک پر ان کی دلائل کا گرا اثر ہوا میں نے مناظرہ میں چند شرمناک قابل اعتراض واقعات کو دیکھا جن کو بھیرہ شہر بھیرہ کا باشندہ ہونے کے اور اپنے مسلمان بھائیوں کا ہم وطن ہونے کے دل سے محسوس کرتا ہوں اور ان کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ سب سے زیادہ قابل اعتراض بات پیر صاحب پیر کے متبرک روضہ پر لٹھ بندوق پولیس کی فاش تھی جو ہر وقت موجود رہتی تھی۔

میرے استفسار پر ایک پولیس کے آدمی نے بتایا کہ کسی احمدی بھائی نے درخواست دیکر ان کو طلب کیا ہے۔ میں نے مولوی دلپذیر۔ ماسٹر خادم حسین و دیگر برگزیدہ احمدی احباب نے خاص طور سے دریافت کیا لیکن مجھے جواب دیا گیا کہ یہ ہمارے خادم ہیں ان سے مذہبی مجالس میں کام لینا کیا ہرج و مرج کا دوسرا حصہ کہ پیر صاحب کے روضہ پر یہ ناواقف ہے۔ اس کا جواب خاموشی میں تھا۔ الغرض ہمارے مذہبی تبادلوں خیالات میں پولیس کی مداخلت اور فاش ہماری متبرک درگاہوں میں میرے خیال میں نہایت قابل اعتراض ہے جس کیلئے مجھے اپنا احمدی بھائیوں سے (اگر واقعی درخواست انکی طرف سے تھی یا ان کے اہل پار بلانی گئی تھی) موزوں شکایت ہے۔ مجھے اسید ہے یا تو وہ اپنے مذہبی تبادلوں خیالات میں ضرور ان باتوں کا خیال رکھیں گے۔ یا وہ ایسی مجالس کو بند کر دیں گے۔ جو بغیر پولیس کے ڈنڈے کے سرانجام نہ پاسکیں۔ ایسے موقعوں پر پولیس کی امداد اپنی دلائل کی کمزوری کا اعتراف ہو

(۲) میرا دوسرا اعتراض احمدی صاحبان کے مولوی صاحب کے چند کلمات پر ہے۔ جن میں انھوں نے بھیرہ کی مذہب ہلک کو لفظ میراثی اور عہدے سے مخاطب کیا

اور باوجود ہمارے اعتراض کے واپس لینے سے انکار کر دیا۔ مولوی محمد حسین صاحب نہایت تہذیب اور شرافت سے بھیرہ پہلک کو دونوں دن مخاطب کرتے رہے۔ اور آداب مجلس کو پوری طرح ملحوظ رکھا۔ لیکن میرے احمدی بھائیوں میں یہ کمی دیکھ کر مجھے ہمت افسوس ہوا۔ میرے خیال میں آئندہ ان باتوں کا فروغ خیال رکھا جائیگا۔

الراقم چونکہ رام بی۔ اے۔

ایل ایل بی سٹوڈنٹ۔ بھیرہ

میرزائیوں کی شرمناک کذب بیانی

مسلمانان بھیرہ میرزائیوں کے صحیفہ ”الاجل“ قادیان کے منتظر تھے۔ اس واضح و بین شکست کو فوج قرار دینے میں میرزائیوں کے دلائل کا نہایت بے ثباتی سے انتظار

کیا جا رہا تھا۔ الاجل نے کامل دیر ۶ ماہ خاموشی سے کام لیا۔ اور مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ ابھی میرزائیوں میں کسی قدر شرم و حیا کا جوہر موجود ہے۔ مگر ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۲ء کے الفضل میں احمدیت کی عظیم الشان فتح کے عنوان سے بھیرہ کے مناظرہ کا حال پڑھ کر لوگوں کے غیض و غضب کی انتہا نہ رہی۔ عوام الناس حیران تھے کہ اس قدر سیاہ جھوٹ سے کام لینا میرزائیوں کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ صحیفہ ”الاجل“ میں وجاہت کا مظاہرہ حسب ذیل طریقہ سے کیا گیا

۱۔ ”پہلی شکست غیر احمدیوں کو یہ ہوئی کہ انہوں نے اس بات سے انکار کر دیا کہ علماء سلف اہل سنت والجماعت کی کتب اور ان کی تحریریں ان کے خلاف پیش ہو سکیں۔ گویا اپنے بزرگوں کی تحریروں سے انکار کر دیا۔“

حالانکہ ”الاجل“ کے ذہن الفاظ ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ میرزائی قرآن و حدیث صحیحہ سے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے سے عاجز تھے۔ اور گناہ و بعض غیر معروف اشخاص کو بزرگ ظاہر کر کے ان کے اقوال پیش کر کے عوام کو مخاطب دینا چاہتے تھے۔ میرزا ابی مناظر محمد سلیم نے مسلمانوں کی مناظرہ میں ایک بزرگ سردار گنڈا سنگھ کے اشارہ بطور استدلال وفات مسیح پر پیش کئے تھے۔ اور میرزائیوں کی حدیث کی کتاب سیرۃ الہدیٰ میں ان کے کئی معتبر راوی سردار جھنڈا سنگھ جیہ میں۔ میرزائیوں کی اصلی غرض یہ تھی کہ غیر معتبر کتب سے بعض اقوال بیان کر کے ان کتب کے

معتبر ہونے یا ان اشخاص کے بزرگ ہونے کی غیر متعلق بحثوں میں یہی وقت ضائع ہو جائے
مگر ان کا یہ دجل و دہر بھیرہ کے مناظرہ میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اور قرآن و حدیث کے دائرہ کے اندر
رکھ کر ان کے لئے موت کا سامان فراہم کیا گیا۔ بھیرہ میں طے شدہ شرائط کی تلخی انھیں ہمیشہ یاد
رہیگی۔ خوشاب، سرگودہ، سلانوالی۔ چک نمبر ۳۲ غرض کسی جگہ بھی انھوں نے شرائط بھیرہ پر
مناظرہ کرنا گوارا نہ کیا۔ اور انشاء اللہ کسی جگہ بھی انھیں ان شرائط کے ماتحت مناظرہ کرنے کا حوصلہ نہیں
ہو سکتا۔ قرآن و حدیث سے انھیں کوئی دلیل نہیں مل سکتی۔

آگے چل کر لکھتا ہے کہ

۳۲ ہم نے چیلنج دیا کہ اگر فریق مخالف قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ کے واقعہ کے ساتھ

آسمان کا افطار اور لفظ جمد غنصری اور زندگی کا ثابت کر دے تو ہمارے مستندہ السلام

لے۔ یہ مطالبہ سن کر کیا گیا۔ ایک فریق مخالف اس کی تردید نہ کر سکا۔

حیات مسیح علیہ السلام کا اثبات قرآن سے سمجھا۔ نہ کا تعلق جہانک نے بیان سمجھ دیا نہ شک تو اسلامی
مناظرے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ مگر قلندر کے بند و کی طرح سر ملا کر باور بار یہ کہنا کہ
نہیں نہ مانوں " اس کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں۔ اس کا بہترین جواب ان "ان" ان
دے سکتے تھے۔ باقبر کے اندر منکر و کبیر سے میرزا ایوں کو بل سکیگا۔ مولانا ابو القاسم کو دونا ٹوٹی
کے دلائل اسی کتاب میں درج کئے گئے ہیں۔ قارئین خود فیصلہ فرمائیں کہ مولانا نے اس سوال
کا جواب کس خوبی سے دیا۔ اور الدجل کا یہ بیان کس قدر کذب و افتراء معلوم ہے۔

۳۳ پھر لکھتا ہے کہ اس دفعہ ایک نیارنگ تھا جو اثبات حیات مسیح میں فریق مخالف

نے اختیار کیا۔ کہ سارا دار و مدار کتب مسیح موعود پر رکھا۔

اس میں شک نہیں کہ اسلامی مناظرے کتب میرزا کے حوالوں سے ثابت کیا کہ قرآن وانی کا
دعویٰ کرنے کے بعد بھی میرزا حیات مسیح کا عقیدہ دلا۔ اور میرزا کا دعویٰ ہے کہ اس نے اس عقیدہ
میں تبدیلی قرآن کی بنا پر نہیں کی۔ بلکہ اس تبدیلی کی بنا امام و وحی بیان کی ہے۔ اسلامی مناظرہ
نے اس سے ثابت کیا کہ قرآن مجید میں کسی جگہ وفات مسیح کا ذکر نہیں ورنہ میرزا صاحب ضرور یہی
وفات مسیح علیہ السلام کے قائل پہلے سے ہی ہوتے۔ مولانا کے اس اچھوتے طرز استدلال سے

میرزائی مناظرہ بنا رہا ہو اسبق بھول گیا۔ اور اسے سخت پریشانی لاحق ہوئی۔ مگر مولانا نے کچھ عطا وہ بھی متعدد آیات قرآنیہ و احادیث سے اپنا دعویٰ ثابت کیا جس کا جواب میرزائی مناظرہ سے بن نہ سکا۔

۴۔ الدجل لکھتا ہے کہ "اس پہلے مناظرہ کا پہلا پر ایک خاص اثر تھا وہ یہ کہ کئی غیر احمدی مناظر کی ناکامی کو محسوس کر لیا"

خاص اثر ہونے میں شک نہیں۔ مگر وہ خاص اثر ہی تھا جس کی بنا پر آپ کی جماعت کے اس وقت سیکرٹری ایم ڈی کریم صاحب نے صاف الفاظ میں اسلامی مناظر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ "میں آپ کے طرز استدلال سے بہت محفوظ ہوا۔ آپ دلائل دینے اور اپنا دعویٰ ثابت کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اس پر میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ مگر فی الحال میرا نام ظاہر نہ کیا جائے"

ایم ڈی کریم صاحب اگر اس کا انکار کریں تو مگر بعد از اب حلفیہ اشتہار شائع کریں مگر امید نہیں کہ انھیں ایسا کرنے کی ہمت ہو سکے۔

۵۔ "الدجل" لکھتا ہے۔ کہ ختم نبوت کے مناظرہ میں دوسرے دن مولوی محمد حسین کے چیلنج کے جواب میں کہ توفی کے متعلق ایک ہزار روپیہ چیلنج کو پورا کرنے کو تیار ہوں۔ اس کے چیلنج کو منظور کر لیا گیا۔ اور نقد ایک ہزار روپیہ پیش کیا گیا۔

۶۔ علی لکھا کہ باہن مولانا محمد حسین صاحب کا مطالبہ تھا کہ میرزائی مناظر میں محمود احمدی سند فائدگی حاصل کر کے مسئلہ توفی کے متعلق شرائط مناظرہ طے کریں۔ مگر مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام پر مناظرہ ہو جانے کے بعد ختم نبوت کے مسئلہ پر مناظرہ کرتے ہوئے میرزائی مناظر نے جیسے کچھ کاغذ نکال کر کہا تھا کہ یہ ایک ہزار روپیہ موجود ہے۔ مولانا محمد حسین صاحب نے اسی وقت فرمایا کہ کسی غیر جانبدار آدمی کے پاس رکھو۔ مگر فوراً ہی میرزائی مناظر نے وہ کاغذ جیب میں ڈال لئے۔ پہلا کو معلوم بھی نہ ہو سکا کہ ان کاغذات میں کیا چیز لیٹی ہوئی تھی۔ دراصل اسلامی مناظر کا مذاق ایک ہزار روپیہ حاصل کرنے کا تھا۔ بلکہ وہ بانی مذہب میرزا اہمت کی تحدی کو ٹوڑنا چاہتے تھے۔ اور اس کے علاوہ وہی تھا کہ ان کا مدعا یہاں محمود احمدی مخالف و خلیفہ میرزا کا

مصدقہ قائم نہ ہو۔ مگر میرزا میوں نے آخری دم تک ان شرائط کو قبول نہ کیا۔ نیز حیاتِ مسیح کے مناظرہ میں میرزا میوں نے اس چیلنج کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور ختم نبوت کی بحث میں اس غیر متعلق امر کا ذکر کر کے غلط بحث سے کام لینا چاہئے۔

۴۔ ”الدجل“ لکھتا ہے کہ ختم نبوت کے متعلق ”فریقِ مخالف نے ادھر ادھر کی باتوں میں گالا۔ اور کوئی دلیل ختم نبوت کے متعلق پیش نہ کی۔“

اس کے جواب میں ہم چیلنج دیتے ہیں کہ ۱۸ آیاتِ قرآنیہ، اور ۱۰ احادیث، اور ۲ اقوالِ میرزا کل تمیز دلائل جو ختم نبوت پر مولانا نے پیش کئے تھے ان کا جواب میرزائی دنیاوی کر بھی قیامت تک نہیں دے سکتی۔

۵۔ ”الدجل“ دعویٰ کرتا ہے، ”کہ ہماری طرف سے اسلامی مناظر کی انتہائی بدتمیزی کا شرف تھا و منات کیساتھ جواب دیا گیا۔“

میرزائی لخت میں شرافت و منات سے مراد فحش کلامی ہوگی۔ معزز حاضرین کو میراثی اور بھائی کہنا اور منہ چرانا، اور میرزائی مناظر کی قابلِ نفرت حرکات سے تمام سامعین بیزار ہو رہے تھے شہر بھر کے ایک معزز ہندو لالہ جو ہندو رام صاحب بھاشیہ بی۔ اے۔ کی شہادت اس بارہ میں قابلِ غور ہے۔

۸۔ ”الدجل“ کہتا ہے، ”کہ اس مناظرہ کا ہی اثر تھا کہ کئی لوگ ہماری مسجد احمدیہ میں آکر ہمارے مبلغین سے گفت و شنید عتقاد احمدیت کے متعلق کرتے رہے۔ اور کئی لوگوں نے کتبِ احمدیہ کے پڑھنے کا وعدہ کیا ہے۔“

ان الفاظ کو دراصل اس طرۃ سے قلمبند کرنا چاہئے تھا۔

”اس مناظرہ کا ہی اثر تھا کہ شہر بھر کے کچھ بچے ہمارے بڑے بڑے مبلغین سے بحث کرنے پر تیار ہو چکے۔ نوجوانوں نے ہمارے مبلغین کو ہر جگہ پریشان کیا۔ چھوٹے بچوں نے گلی و کوچہ میں اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی۔ اور کئی لوگوں نے ہمارے مذہب کی تردید کیلئے ہماری کتابوں کا مطالعہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔“

”الدجل“ کی ایک یہ جواسی قابلِ داد ہے۔ لکھتا ہے کہ مناظرہ ہا ستمبر کو ہوا حالانکہ مناظرہ ۵ دسمبر کو ہوا تھا۔

میراثیوں کے خط و کتابت

مشافہ کے بعد یاد دہانی کی غرض سے مولانا ابوالقاسم نے شیخ مبارک احمد میرزائی کو لفظ توفی کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے خط لکھا جس کے جواب میں میرزا محمود احمد کی سند نمائندگی حاصل کرنے سے انکار کیا۔ اور لکھا کہ مولانا ابوالقاسم صاحب عالم اسلام کے علماء سے سند نمائندگی حاصل کر لیں اس کے بعد ہم سے سند نمائندگی دکھانے کا مطالبہ کریں۔ اس کے جواب میں مولانا ابوالقاسم صاحب نے حسب ذیل آخری خط مبارک احمد کے نام بھیجا جس کے جواب میں انہوں نے کامل خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔

از بھیرہ ۸ ستمبر ۱۳۲۲ء بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تحمید و نصلی علی رسولہ الکریم

مکرمی مولوی مبارک احمد صاحب۔ سلام علی من اتبع الهدی

آپ کا رقعہ میرے رقعہ کے جواب میں پہنچا۔ آپ وقت کو ضائع نہ فرمادیں۔ براہ مہربانی پہلے آپ مرزا صاحب کے چیلنج کو ملاحظہ فرمادیں۔ اور اس کے مطابق عمل کریں اس چیلنج میں کہیں بھی یہ نہ پادیں گے۔ کہ جواب دینے والا دس زین کے مسلمانوں کا یا کسی مرکزی جماعت کا نمائندہ ہو۔ پھر آپ کا یہ شرط زیادہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ باقی رہا یہ امر کہ میں نے جناب کو سند نیابت نمائندگی حاصل کر نیکی کیوں تکلیف دی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ میں نے جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے چیلنج کا جواب دینا ہے نہ آپ کے کسی احمدی کا۔ اگر آپ کی تعدی اصالتاً ہوتی تو سند نمائندگی و نیابت کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن جبکہ آپ مرزا صاحب کی طرف نیابت کے طور مقابلہ میں آنے والے ہیں۔ تو صاف ظاہر ہے کہ اس صورت میں سند نیابت از بس ضروری و لازم ہے۔ ورنہ بصورت دیگر ممکن بلکہ غلبہ ہے۔ کہ جناب مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ جناب مرزا صاحب فرمادیں۔ کہ یہ فیصلہ سند نمائندگی کے لئے ہے۔

کا مقصد اسی قرار پاتے ہیں۔ لہذا سند نیابت حاصل کرنا از بس ضروری ہے۔ ورنہ فیصلہ ملنے نہیں ہو سکتا۔ اور جب کہ آپ کو سند نیابت کے حصول کا پورا اعتماد ہے۔ تو آپ اس سے پہلو ہٹ کر کیوں کرتے ہیں۔ اور اس میں آپ کا کیا نقصان ہے؟ براہ مہربانی تفسیر اوقات اور مال منٹول چھوڑ کر تحریر فرمادیں۔ کہ میں سند نیابت حاصل کروں گا۔ بعد ازاں ہی بقیہ سر غرض منطے کر کے تیار ہو جائیں۔ سند نیابت آجانے پر گفتگو شروع ہو جائیگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اگر آپ اس ضروری شرط سے بھی پہلو ہٹ کر رہیں، اور سیدھی راہ پر نہ آویں۔ تو فیصلہ بائوں میں وقت ضائع کرنے سے خاشی نہیں ہے۔ میری طرف سے تمام محنت جو چسکی۔

والسلام علی من تبعہ الی الہدی والترمذی متابعہ المصطفیٰ صلعم (ابوالقاسم محمد حسین کو تو مائیں میرزا نیوں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ میرزا نیوں کو تحریری مناظرہ کا بہت شوق تھا۔ مگر انہوں نے اس بھی انکار کر دیا۔ خاکسار کی حافظہ مبارک احمد کے ساتھ تحریری مناظرہ کے متعلق حسب ذیل خط و کتابت ہوئی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم - بحمدہ ونصرتی علی رسولہ الکریم

میری مولوی مبارک احمد صاحب سلام علی من اتبع الهدی

جناب کی جماعت تحریری مناظرہ کو میلی خواہشمند تھی۔ اس کے لئے میں نے آپ کے نمائندوں ایم ڈی بکریم صاحب اور مولوی محمد عبداللہ صاحب استیجاز کو لکھا تھا۔ کہ رسالہ شمس الاسلام کے صفحات اس کے لئے وقف ہو سکتے ہیں۔ جناب کے ہر سوال پر اعتراض یا مضمون کا حامل المتن جواب رسالہ میں شائع ہوا کرے گا۔ بشرطیکہ جناب بھی اپنے کسی مدیر جریدہ کو اس پر آمادہ کر سکیں۔ کہ وہ ہمارے مضامین یا اعتراضات کا حامل المتن جواب شائع کرنے کا حتمی وعدہ کرے۔ عام پبلک پر اس طرح حق وضع ہو جائیگا۔ مولوی اعجاز صاحب نے اس چینج کو قبول کر لیا تھا۔ اب آپ کا فرض ہے کہ اس وعدہ کا ایفا کریں۔ اور بہت جلدی کسی میرزائی اخبار کے مدیر کی تحریر میرے پاس بھیجوا دیں۔ تاکہ اس سے تبادلہ کیا جاسکے۔ اور ماہ اکتوبر سے تحریری مناظرہ شروع کر دیا جائے۔ اگر آپ کی جماعت نے ایسا نہ کیا تو ثابت ہو جائیگا۔ کہ تحریری مناظرہ سے صرف تفسیر اوقات مقصود تھا۔ ورنہ آپ کو تحقیق حق مطلوب نہیں۔ آپ کا یہ گریز بھی مشہور کر دیا جائیگا۔ (نہار احمد لکھنوی۔ مدیر جریدہ شمس الاسلام و صدر جماعت تبلیغ اسلامیہ بھیرہ)

میرزا میوں کے نام حسب ذیل آخری تحریر غیرت دلائل کے لئے بھیجی گئی۔ مگر اس پر بھی ان کو آمادگی کی جڑا نہ ہو سکی۔

از جامع مسجد بصرہ بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
۸ مرتبہ

جناب مولوی مبارک احمد صاحب سلام علی من اتبع الهدی
جناب کا مقدمہ کل لایہ پڑھ کر تعجب ہوا۔ آپ اپنے اخبارات کے صفحات کو باطل سے ہی معلوم
دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور اپنے لغو۔ لایینی اور مخالطوں سے بھر پور پتھریوں کے سوا اور کسی مضمون کا
شائع ہونا آپ کو منظور نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جماعت میرزا میوں صرف خرافات کی وجہ سے
ان اخبارات کی حسد یاد رہے تحقیق حق سے انہیں غرض نہیں۔ حق کے اندراج سے آپ کو قیامتیں
کم ہونے کا خطرہ لاحق ہو رہا ہے شمس الاسلام کے سامنے ان شہرہ چشمیل کا ٹھہرنا
ناممکن ہے۔ اپنے شمس الاسلام کے مضامین کو یاد رہوا لکھا ہے۔ حالانکہ یہ

نہ شبم نہ شب کہ حدیث خواب گوئیم
چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گوئیم

شمس الاسلام کی طلعت شکن کرنی میرزا میوں کی ظلمت و ضلالت کی گھٹاؤں کیلئے پیغام موت
ثابت ہو رہی ہیں بہت ہے تو اپنے قادیانی جینٹلمن اور رسول عالم حسد اید کو سامنے
لائیکل جسرات کریں۔ آپ کبھی بھی نہ لاسکیں گے امد یہ ایک پیشینگوئی ہے۔ جو پوری ہو کر رہی۔

ظہور احمد بکری کان اللہ

صدر جماعت مسجد بصرہ

میرزا میوں نے کسی طرح بھی تحریری مناظرہ کی یہ صورت قبول نہ کی۔ اور اگر اب بھی میرزا میوں کو
تمت ہو تو تحریری مناظرہ پر اپنے کسی جبریدہ کو آمادہ کریں۔ افسوس ہے کہ مولوی اسحاق نے وعدہ
کا ایفاء نہ کیا۔ ورنہ دنیا پر حق و باطل آشکارا ہو جاتا۔

من الصلح الى الله

اگر آپ دین اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ تو حزب الانصار کی امداد کیلئے ہاتھ بڑھائیے۔ اس کے رکن بن کر اس کے مقاصد کی اشاعت کو اپنا فرض سمجھئے۔ عرصہ چار سال سے یہ عہد نہایت خاموشی کیساتھ سرگرم عمل ہے۔ دینی تعلیم کیلئے اعلیٰ ایمان پر جامع مسجد بھیرہ میں دارالعلوم عزیزہ قائم ہے۔ ماہواری رسالہ شمس الاسلام اور باغین کے ذریعے احکام اسلام کی تبلیغ کا سلسلہ جاری۔ دیہات کی جاہل مسلم آبادی کو رسم و رواج کی بندشوں سے آزاد کرانے اور انہیں روافض و منزعات کے دام و زور سے نجات دلانے کیلئے نہایت سرگرمی سے کام ہو رہا ہے۔ بھیرہ میں ایک عالی شان وقفی کتب خانہ (الابٹیری) کا قیام زیر تجویز ہے۔ مفصل حالات بذریعہ خط و کتابت معلوم ہو سکتے ہیں۔ یاد رکھیے۔ رسالہ شمس الاسلام کا حق بدایہ بنایا اس کی اشاعت وسیع کرنے میں امداد دینا ایک اسلامی خدمت ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ حزب الانصار کو رسالہ کو مالی مصارف سے جلد از جلد سہولتیں دیں۔ حزب الانصار کے تمام کارکن موت کا دم کر رہے ہیں۔ صرف طباعت و کتابت کا اخذ کے مصارف پورے کرنے کیلئے جدوجہد سے کام لیا پڑتا ہے۔ یقین جانئے کہ رسالہ ماہرہ کسی جگہ جانا ایک بھلے عالم۔ متبع اور مناظر کے جانے کے برابر ہے۔ کم از کم کوئی گڈول ایسا نہ ہے جہاں رسالہ نہ جاتا ہو۔ ہل دیہات محلہ چندہ کر کے اپنے امام مساجد کے نام جاری کروائیں۔ ایسے امامان مساجد کا فرض ہے کہ رسالہ کے مضامین سے مسلمانوں کو ہر ماہ آگاہ کر دیا کریں۔ مندرجہ ذیل تبلیغی کتب دفتر رسالہ شمس الاسلام بھیرہ سے مل سکتی ہیں۔

فتاویٰ اجتناب الحنفیہ یعنی ہندوستان کے صدیہ علماء کا متفقہ فتویٰ دوبارہ عدم جواز نکل سنہ ۱۳۵۱ ہجری قمری

ردائے عشرہ نہایت مکمل کتاب قیمت ۵۰۰ روپے حقیقت شیعہ قیمت ۱۰۰ روپے

تراجم محمدی پنجابی لادین فتنوں کا مجموعہ قیمت ۱۰۰ روپے
 بازو ضخیمہ در علاوہ ازیں ہر قسم کی کتب منیجہ اسلامی بیت المال
 رد کتاب تنہات مرزائیم رسالہ شمس الاسلام بھیرہ مسائل کوادۃ منظر قیام بایں کٹر
 قیمت ۲۰۰ روپے صرفت منگوائیں پانچ روپے قیمت ۱۰۰ روپے

چند کتب کے جملان
مجموعہ شہداء

دعوتِ عمل

زبانِ شیریں کے مالک
پیرِ اید و فتنہ کا مالک

حزب الانصار کے اعراض و مقاصد و طریقہ عمل سرورق ہذا پر درج ہیں۔ ہر مسلمان کا فرض ہے

کہ وہ یہ سوچے کہ یہ کام اسلام اور مسلمانوں کے فائدے کے ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو کیا اس کا فرض نہیں کہ اس خدمت میں حسبِ توفیق حصہ لے۔ ذیل کے طریقوں سے آپ اس سلامتی پودے کی آبیاری فرما سکتے ہیں (۱) اپنی ماہواری آمدنی میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں۔ جو ماہ یا ماہِ خرب پہنچتا ہے۔

نیز اس کے رکنِ بنکر اور دوسروں کو رکن بننے کی ترغیب دیکر اس کا حلقہ کار وسیع کیجئے (۲) اپنی

زکوٰۃ صدقہ و خیرات اگر سب نہیں تو اس کا بڑا حصہ دارالعلوم غریبیہ کے غریب نادار طلباء اور

یتیم اور یتیم خانوں کیلئے عطا فرمائیں جنکی تعلیم و تربیت خوراک و رہائش کا فتنہ حزب الانصار نے

لے رکھا ہے۔ (۳) ماہواری رسالہ شمس الاسلام کے خریدار بن کر حزب الانصار کو اس کے مالی

مصارف سے سبکدوشی میں آنا و بیچئے۔ نیز رسالہ کی اشاعت وسیع کرنے کیلئے سعی فرمائیے۔ کم از کم

کوئی گاؤں ایسا نہ ہے جس میں سالانہ نہ جانا ہو۔ یقین جانئے کہ رسالہ کا ہر ماہ کسی جگہ جانا ایک مکمل

عالم مبلغ اور مناظر کے جانیئے برابر ہے۔ (۴) تیسری سلاکین وغریب ادارہ مسلم چچے جہاں میں

ان کو تعلیم و تربیت کیلئے دارالعلوم غریبیہ بھیجیے میں بھیجیں تاکہ بری محبت اثر سے بچکر اسلام

کے سچے خادم بن سکیں۔ (۵) اپنے بچوں کو دینی تعلیم کیلئے کم از کم چار سال کیلئے دارالعلوم

غریبیہ بھیجیے۔ چار سال میں معمولی قابلیت کے طالب علم کو کافی استعداد حاصل

ہو سکتی ہے۔ اما ان مساجد کو مجبور کریں۔ کہ وہ خود تعلیم حاصل کریں۔ اور اپنے بچوں کو چار سال

نصاب تک مکمل کیلئے بھیجیے۔ (۶) اہل قلم حضرات رسالہ کی قلمی اعانت سے دریغ نہ

فرمائیں۔ اور مختصر حضرات کا فرض ہے کہ کتابیں اپنے پاس سے خرید کر کتب خانہ حزب الانصار کیلئے

وقف فرمائیں تاکہ یہ صدقہ جاریہ کا کام لے سکیں۔ جن جن کتب کی ضرورت ہے وہ بذریعہ

استفسار معلوم کر لیں (۷) اپنے علاقہ میں غیر مذہب کی تبلیغی جدوجہد و دیگر کوائف مطلع فرمائیے

رہا کریں۔ اور اگر ضرورت ہو تو حزب الانصار کے مبلغین طلبہ یا کر تبلیغ جلسہ کے انعقاد کا انتظام کریں۔

(۸) اگر آپ تبلیغ کر سکتے ہیں تو شعبہ تبلیغ حزب الانصار میں اپنا نام درج کرائیں۔

المحکم نظام حزب الانصار مجبورہ (پیشاب)

دعوتِ عمل
جلد اولی
پیرِ اید و فتنہ کا مالک